# نور و نار

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

# نور و نار

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد



ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی

تصنیف ــــــــ نور و نار
مصنف ــــــــ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
تبییض ــــــــ مولانا محمد مرید احمد چشتی سیالوی
کتابت ــــــــ زرق الماسی قادری رامپوری
طابع ــــــــ آر۔ آئی پرنٹرز۔ اردو بازار۔ کراچی
ناشر ــــــــ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا۔ کراچی
اشاعت ــــــــ ایک ہزار
طباعت ــــــــ ۱۴۰۴ھ ۱۹۸۴ء
قیمت ــــــــ ۴ار روپے



## ملنے کے پتے

مکتبہ رضویہ۔ آرام باغ روڈ۔ کراچی
مرکزی مجلسِ رضا۔ نوری مسجد ریلوے اسٹیشن۔ لاہور
مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ ایم اے جناح روڈ۔ کراچی
مکتبہ قادریہ۔ لوہاری گیٹ۔ لاہور
رضا پبلیکیشنز۔ مین بازار۔ داتا صاحب۔ لاہور

# انتساب

## توحید کے اُن پرستاروں کے نام

- جنہوں نے محبت کے چراغ روشن کئے۔
- جنہوں نے ادب کا سلیقہ سکھایا۔
- جو رمز شناس ادب تھے۔
- جادۂ ادب سے جن کا نہ خیال بھٹکتا تھا، نہ زبان بہکتی تھی، نہ قدم ڈگمگاتے تھے۔
- جو حریمِ جاناں میں نیچی نگاہوں سے بیٹھے رہتے تھے۔
- حضورِ یار میں جن کی آواز بلند نہ ہوتی تھی۔
- جو آتے تھے تو اس کی اجازت سے، بیٹھتے تھے تو اس کی اجازت سے، اٹھتے تھے تو اس کی اجازت سے۔
- جنہوں نے اپنا جان و مال محبوب کے قدموں پر نچھاور کر دیا تھا۔
- جو ادب کو جانِ ایمان سمجھتے تھے۔
- جو ادب ہی کے لئے جیتے تھے، جو ادب ہی کے لئے مرتے تھے۔

مسعود

# فہرس

باسمہٖ تعالیٰ

# حرفِ اوّل

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) ۱۹۸۰ء سے برابر تحقیقی نگارشات پیش کر رہا ہے۔ اب تک تقریباً دس کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ الحمدللہ علمی حلقوں میں اس کے مثبت اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ پیش نظر کتاب نور و نار پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی تصنیف ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۴ء میں المجمع الاسلامی (مبارک پور، اعظم گڑھ) کی طرف سے شائع ہو چکا ہے، ایک ایڈیشن لاہور سے شائع ہونے والا ہے۔ اس طرح پیش نظر اڈیشن اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن ہوگا جو کتاب کی افادیت کے پیش نظر شائع کیا جا رہا ہے۔ اس ایڈیشن کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد سے خصوصی طور پر اختتامیہ لکھوا کر شامل کیا گیا ہے جو فاضل جلیل مولانا ابوالحسن زید فاروقی کی تازہ تصنیف "مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان" سے ماخوذ ہے۔ اس کے علاوہ بعض دیگر حقائق بھی ہیں۔

نور و نار کے مختلف پاکستانی زبانوں میں ترجمے بھی کئے جا رہے ہیں چنانچہ حضرت ابوالخیر محمد عبداللہ جان مدظلہٗ العالی (مرشد آباد شریف، پشاور) نے اس کا سندھی میں ترجمہ کرایا ہے اور اب پشتو میں ترجمہ کرا رہے ہیں۔ بنگلہ میں ترجمہ پہلے ہی بنگلہ دیش میں ہو چکا ہے۔

نور و نار کا اصل موضوع اصلاح فکر و نظر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی زندگی میں عقائد و افکار کی وہی حیثیت ہے جو ایک عمارت میں بنیاد کی حیثیت ہوتی ہے یا ایک جسم میں روح کی۔ کمزور بنیاد پر پائیدار عمارت قائم نہیں رہ سکتی، اسی طرح خبیث روح، سعید انسان نہیں بنا سکتی اسلئے

ہر انسان کے لئے عقائد بنیادی اہمیت رکھتے ہیں، اِن سے کسی حالت میں بھی غافل نہیں رہا جا سکتا ؛

اِس وقت ملّت اسلامیہ میں تفرقہ و انتشار حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے تعلقی اور عقائد و افکار کی ناپختگی کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے ایسی صورت میں وہی عقائد و افکار ملّت اسلامیہ کو متحد کر سکتے ہیں جنھوں نے کبھی اتحاد و اتفاق کی صورت پیدا کی تھی، یہ وہ دور تھا جب دَورِ جدید کے بیسیوں فرقوں میں سے ایک دو فرقوں کے سوا کوئی فرقہ نہ تھا۔ اس لئے ہم کو اپنے اُن بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیئے جو صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ جنھوں نے ادب کی راہ چلی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبّت اور آپ کی اتباع سے اپنے اخلاق و اعمال کو مزیّن کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی سچّی سمجھ عطا فرمائے اور ادب کی راہ چلائے۔

آمین !

احقر

سیّد ریاست علی قادری عفی عنہ

ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

۱۴۰۴ھ

۱۹۸۴ء

باسمہ تعالیٰ

# حرفِ آغاز

عقیدۂ توحید بڑی قوت ہے ــــ بڑی زبردست قوت ــــ اس کا پرستار کبھی رسوا ہو نہیں سکتا ــــ مگر عقیدۂ توحید وہ نہیں جو ابلیس نے پیش کیا کہ انبیاء و اولیاء سے پیٹھ پھیر کر بس اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیے ــــ وہ عقیدۂ توحید جو قرآن نے پیش کیا کہ دل میں انبیاءؑ و اولیاء کی محبتیں اور عظمتیں لئے اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیے۔

اقبال نے سچ کہا تھا کہ ہماری بدنصیبی و بدبختی یہ ہے کہ ہمارے جوان اسلاف سے بے تعلق ہو گئے ــــ اس میں شک نہیں کہ انبیاء و اولیاء کی محبتیں قلبِ مسلم کے لئے ایک قسم کے لنگر ہیں ــــ یہ لنگر ٹوٹ جائیں تو انسان کہیں کا نہیں رہتا ــــ پھر نہ اللہ کا احترام رہتا ہے ــــ نہ بیت اللہ کا ــــ جب زمین پر کوئی بنیاد ہی نہیں تو عمارت کو زمین بوس ہونا ہے ــــ مشاہدات اور قرآن سے یہی ثابت ہو رہا ہے ــــ اور ان دو سے بڑھ کر کس کی شہادت ہے؟ ــــ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ــــ ابلیس نے اس لنگر کو توڑا، بس اللہ ہی سے رشتہ جوڑا، آدم سے مُنہ

موڑا ـــــ اس کا انجام جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا ـــــ قوتِ قلب و نظر کے لئے اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کے محبوب بندوں سے بھی دل شاد و آباد ہونا چاہیئے ـــــ لیکن اب بھی کوششیں ہو رہی ہیں کہ انبیاء و اولیاء سے عشق و محبت کا جو بندھن بندھا ہوا ہے اس کو توڑ دیا جائے ـــــ شکست و ریخت کی اس مہم کا توحید خالص کے نام سے پرچار کیا جا رہا ہے بنگلہ دیش کے ایک عالم مولانا محمد عبدالکریم (پرنسپل) نے لکھا کہ وہاں "توحید خالص" کے پردے میں بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ موصوف نے ایک مقالے کی فرمائش کی مقالہ لکھ کر بنگلہ زبان میں ترجمہ و اشاعت کے لئے ان کو بھیج دیا گیا ـــــ احباب کے اصرار پر اب اس کا اردو متن قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے ـــــ

یہ جو کچھ لکھا گیا خدمتِ دین کے جذبے اور ملتِ اسلامیہ کے درد نے لکھوایا ـــــ یہ تحریر کسی شخص کے خلاف نہیں بلکہ گستاخیوں کے خلاف ہے ـــــ نفرت کے خلاف اور محبت کی حمایت میں ایک صدائے درد ہے ـــــ اس کا اسی جذبے کے تحت مطالعہ ہونا چاہیئے ـــــ بے شک گستاخیوں کے ساتھ ساتھ گستاخوں کا ذکر بھی آیا ہے ـــــ اس میں، میں مجبور تھا ـــــ گستاخانہ عبارات بار بار چھاپ کر شائع کی جا رہی ہیں ـــــ نہ کی جاتیں تو شاید ذکر کی نوبت نہ آتی اور احتساب کی ضرورت پیش نہ آتی ـــــ مگر ان عبارات کا زہر افرادِ ملت کے ذہنوں میں سرایت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور وہ غیر شعوری طور پر ایک ایسی سمت جا رہے ہیں جہاں ابلیس نے لے جانے کا عزمِ مصمم کیا تھا اور قسم کھا کر کہا تھا کہ میں تیرے بندوں کو ضرور بالضرور بہکاؤں گا ـــــ اس لئے ضروری سمجھا کہ اس زہر کا تریاق تیار کیا جائے تاکہ مسموم قلب و نظر بے ادبی و گستاخی کی گھٹن

سے نکل کر محبت و ادب کی کھلی فضا میں سانس لے سکیں۔

دورِ جدید میں اچھی کتاب سے زیادہ مفید کوئی شے نہیں اور بُری کتاب سے خطرناک کوئی ہتھیار نہیں ـــــ اس لئے بڑے پیمانے پر کتابوں کی چھان پھٹک ضروری ہے ـــــ معیار یہ ہونا چاہیئے کہ ایسی کتابیں ـــ

- جن میں اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں
- جن میں رسول اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں
- جن میں اسلام کی شان میں گستاخیاں ہوں
- جن میں اہلِ بیت اور ازواجِ مطہرات کی شان میں گستاخیاں ہوں
- جن میں صحابہ کی شان میں گستاخیاں ہوں
- جن میں اولیاء اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں

ان پہ پابندی نہ لگائی جا سکے تو کم از کم ایسی گستاخانہ عبارات وکلمات کو نکال دیا جائے۔ جو قلبِ مسلم کے لئے کربناک اور تکلیف دہ ہوں ـــــ اصل میں یہ حذف و ترمیم کسی فرقے یا جماعت کے خلاف نہ ہوگی بلکہ نفرت و بے ادبی کے خلاف ہوگی! اور حقیقت یہ ہے کہ نفرت و بے ادبی کسی رعایت کی مستحق ہی نہیں ـــــ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ یہ فیصلہ کون کرے کہ عبارات گستاخانہ ہیں یا نہیں سو اس کے لئے طریقۂ کار یہ ہونا چاہیئے کہ کتاب جس زبان میں ہو اس کے ماہرین کے سامنے وہ عبارات پیش کی جائیں اور ان سے دریافت کیا جائے ـــــ یہ اس لئے ضروری ہے کہ بعض گستاخانہ عبارات زبان و ادب کے دائرے میں آتی ہیں اور حریمِ محبت میں زبان کی ادنیٰ لغزش پر بھی سخت گرفت ہوتی ہے ـــــ یہاں دل و زبان دونوں کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے ـــــ ذرا زبان بے قابو ہوئی اور ایمان رخصت ہوا ـــــ بیشک ایمان کی سلامتی ادب

میں ہے ادب کی باتیں عقل نہیں بتا سکتی یہ باتیں دل بتاتا ہے اس لیے بے ادبی کا حال اہلِ ادب سے پوچھئے ـــــ اہلِ زبان سے پوچھئے ـــ اور بے ادبی کا مآل اہلِ شریعت سے پوچھئے ـــــ

**نور و نار** اس مقالے کا نام "نور و نار" اس لئے تجویز کیا ہے کہ اس میں اُس پیکرِ نورانی کا ذکر ہے جس کے متعلق حق جل مجدہٗ نے اعلان فرمایا۔ ـــــ

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ [1]

(ترجمہ) بیشک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

ہاں اس ذاتِ قدسی صفات کی شان میں گستاخیوں اور زبان درازیوں کی ایک آگ سلگائی گئی اور خوب دہکائی گئی مگر آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ کی موسلا دھار بارش نے اس آگ کو اس طرح ٹھنڈا کر دیا جس طرح ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود کو ٹھنڈا کر دیا گیا تھا ـــ دہکتی آگ کو ارشادِ ربانی ہو رہا ہے:

يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ [2]

(ترجمہ) اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا!

ہاں وہ اپنے محبوبوں پہ ایسا ہی مہربان ہے ؎

نارِ نمرود کو کیا گلزار
دوست کو یوں بچایا تو نے

اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس ٹھنڈک میں حضور اکرم

[1] القرآن الحکیم، سورۃ المآئدہ، ۱۵
[2] القرآن الحکیم، سورۃ الانبیاء، ۶۹

صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک دیکھ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں ؎

وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِیْلِ مُکْتَتِمًا
فِیْ صُلْبِہٖ اَنْتَ کَیْفَ یَحْتَرِقُ

(ترجمہ) حضرت خلیل کی آگ میں آپ مخفی ہو کر آئے
ان کی پشت میں آپ تھے تو وہ کیوں کر جلتے؟

کس کی مجال کہ ایسے محبوب کے لئے آگ سلگائے!

یہاں جلنے والی آگ کبھی نہیں جلتی ــــــ ٹھنڈی ہو ہو جاتی ہے، مگر ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

نور و نار کی یہ جنگ جاری ہے ــــــ ابلیس نے گستاخیٔ رسول کی جو آگ جلائی تھی وہ کبھی کبھی بھڑک اٹھتی ہے ــــــ مگر نار کی سوزشیں، نور کی تابشوں کے سامنے ماند پڑ جاتی ہیں اور پھر نور ہی نور نظر آتا ہے ؏

دل نور، جگر نور، زباں نور، نظر نور

میرے بزرگو! اور میرے عزیزو! ــــــ دل کو عقیدۂ توحید سے مضبوط و قوی کرو کہ دل ناتوان و کمزور ہے ــــــ ہاں یہ مضبوط و قوی ہوگا تو محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت سے ــــــ انبیاء علیہم السلام کی محبت سے ـــ اہل بیت کی محبت سے ــــــ صحابۂ کرام کی محبت سے ــــــ اولیاء عظام کی محبت سے ـــ علماء حق کی محبت سے ـــ جو گلشن توحید کے گل بوٹے ہیں ـــ جو معرفت الٰہی کے وسیلے ہیں ـــ جس طرح بے برگ و بار درخت کو پہچاننا مشکل ہے اسی طرح ان حضرات کی محبت و رہنمائی کے بغیر شجرِ توحید کی حقیقت کا پانا مشکل ہے ــــــ جس طرح آلات جسمانی یا

قوائے روحانی کے بغیر فضاؤں کی بلندی تک پہنچنا ناممکن ہے اسی طرح ان حضرات کے بغیر عقل کا آگے بڑھنا اور معرفتِ الٰہی کا حاصل کرنا ناممکن ہے ــــــ عقل کی اس دنیا میں عقل کی بات کیجئے ــــــ برگ و بار دیکھ کر درخت کو پہچانئے ــــــ دھوپ دیکھ کر آفتاب کو مانئے ــــــ ان سہاروں کو لے کر آگے بڑھئے ــــــ قرآن کا یہی حکم ہے ــــــ اللہ اللہ! قرآن کھولتے ہی پیاروں اور محبوبوں کا ذکر شروع ہو جاتا ہے ــــــ ارشاد ہوتا ہے: ــــــ

"ہم کو سیدھی راہ پر چلا، ان لوگوں کی راہ
جن پر تو نے انعام فرمایا نہ ان لوگوں کی جن پر
تیرا غضب نازل ہوا"

یہاں حزب اللہ اور حزب الشیطان کا ذکر فرما کر حق کو باطل سے ممتاز کر دیا اور بتا دیا کہ حزب اللہ وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام اور حضرات اہل اللہ سے محبت کرے ــــــ ان کے نقشِ قدم کو پانے کی دعا کرے ــــــ انکے راستے پر چلنے کی آرزو کرے ــــــ اور جب وہ نقشِ قدم مل جائے ــــــ اور جب وہ راستہ پالے ــــــ تو دل و جان سے اس پر چل کر منزلِ مقصود کو پالے ــــــ بیشک انہیں کے نشانِ قدم، منزلِ مقصود کا پتہ دیتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا "سچوں کے ساتھ ہو جاؤ" ــــــ ہاں ؎

چاہئے اچھوں کو جتنا چاہئے
یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہئے

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ
(پرنسپل، گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ)
سندھ، پاکستان (۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء)

# نور و نار

تیرے دینِ پاک کی وہ ضیا، کہ چمک اٹھی رہِ اصطفیٰ
جو نہ مانے آپ سقر گیا، کہیں نور ہے کہیں نار ہے
کوئی جان بس کے مہک رہی، کسی دل میں اس سے کھٹک رہی
نہیں اس کے جلوے میں یک رہی، کہیں پھول ہے کہیں خار ہے

# آدم و ابلیس

اللہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا ـــــ اپنے فرشتوں سے کرایا ـــــ اپنے سامنے کرایا ـــــ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کے آگے سجدہ نہ کرو ـــــ نبی و رسول کی تعظیم حد سے زیادہ نہ کرو ـــــ مگر یہ کیا ہو رہا ہے؟ ـــــ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ ـــــ عقل جواب دے! ابلیس بھی تو اللہ سے یہی کہہ رہا تھا جو ہم کہتے پھرتے ہیں ـــــ پھر محض اس جرم پر کہ وہ اللہ اور صرف اللہ کے آگے جھکنا چاہتا تھا ـــــ غیر اللہ کے آگے جھکنے کو اس کا دل نہ چاہتا تھا، ایسی سزا ملی کہ آج تک کسی کو ایسی سزا نہ ملی ـــــ سبحان اللہ یہ بھی کوئی جرم ہے! ـــــ پھر یہ سزا کیوں ملی؟ ـــــ اللہ کی نافرمانی پر ملی یا آدم کی گستاخی پر ملی؟ ـــــ لیکن بظاہر لغزش تو آدم (علیہ السلام) سے بھی ہوئی ـــــ حکم ہوا اس درخت کے پاس نہ جانا ـــــ ابلیس نے بہکا دیا ـــــ درخت کے قریب چلے گئے پھر جو ہوا سو ہوا ـــــ مگر گرفت نہ فرمائی، تنبیہہ فرما کر معاف فرما دیا گیا ـــــ اگر فرمانِ حق سے لغزش ہی موجب لعنت ہوتی تو آدم علیہ السلام کو معاف نہ کیا جاتا ـــــ مگر نہیں آدم علیہ السلام کی یہ لغزش اللہ کی جناب میں تھی، اس لئے کلمات معذرت القا فرما کر معاف کر دیا گیا ـــــ اور ابلیس کی گستاخی اللہ کے محبوب بندے آدم علیہ السلام کی جناب میں تھی جس کو معاف نہ کیا گیا اور ذلت و خواری کا طوق ابدالآباد تک اس کی گردن میں ڈال دیا گیا ـــــ بے شک ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا لیکن حقیقت میں تعظیم رسول سے انکار کیا ـــــ وہ سرکش نہ تھا ـــــ وہ

مشرک نہ تھا ــــ وہ بدعتی نہ تھا ــــ وہ موحّد تھا موحّد ــــ وہ عابد وزاہد تھا ــــ تو پھر وہ کیوں مارا گیا؟ ــــ بلاشبہ گستاخیٔ رسول پہ مارا گیا ــــ یہ نکتہ نظر انداز کرنے کے لائق نہیں، غور فرائیں اور خوب غور فرائیں ــــ اگر وہ نافرمانی پہ مارا جاتا تو قصے کو طول نہ دیا جاتا ــــ اللہ کو معلوم تھا کہ اس نے کیوں انکار کیا ــــ مگر پھر بھی اس سے پوچھا کہ تو، تو سرکش نہ تھا پھر کیا ہوا کہ تو نے سجدہ سے انکار کر دیا؟ ــــ ہاں یہ اس لئے پوچھا گیا کہ رازِ محبت عالم آشکار ہو جائے ــــ سب کو خبر ہو جائے ــــ اس نے کہا کہ خدایا تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا آدم کو خاک سے پیدا کیا ــــ میں آدم سے بہتر ہوں ــــ ابلیس نے غلط نہ کہا تھا کہ آدم کو خاک سے پیدا کیا گیا تھا ــــ مگر اللہ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ یہ ایسا سچ تھا جس سے ایک اولوالعزم نبی کی تحقیر ہوتی تھی اسی لئے فرمایا کہ تو ہمارے نبی کو حقیر سمجھتا ہے جا، دفع ہو، ذلیل و خوار ہو! فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ[1] ــــ معلوم ہوا کہ نبی کی شان میں کوئی سچی بات بھی تحقیر آمیز انداز میں کہی جائے تو ابدی بدبختی اور غضب الٰہی کا سبب بن سکتی ہے ــــ بیشک. ع ــــ

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

اللہ اللہ تخلیق آدم علیہ السلام کے پہلے ہی روز گستاخان رسول کا انجام دکھا دیا گیا کہ کوئی آنے والا گستاخی کی جرأت نہ کر سکے ــــ نائب ربّ العالمین کا سکّہ چلتا رہے اور ان کے دامنِ عصمت پہ کوئی

---

[1] القرآن الحکیم: سورۃ الاعراف، ۱۳

ہاتھ نہ ڈال سکے ـــــــ

ابلیس کی بدبختی و بدنصیبی کا سبب آدم (علیہ السلام) کی ذات تھی۔ اس لئے اس کا پہلا نشانہ آپ کی ہی ذات ٹھہری ـــــ اس نے آپکو بہکایا۔ اب وہ دلوں میں ہزاروں وسوسے ڈالتا ہے مگر سب سے خطرناک وسوسہ یہی ہے کہ "نبی کچھ نہیں، بس اللہ ہی اللہ ہے" ـــــ یہ وہی بات ہے جس نے ابدالآباد تک ابلیس کی گردن میں لعنت کا طوق ڈالا ـــــ کون ابلیس؟ ـــــ جو موحد تھا ـــــ جس نے برسہا برس فرشتوں کو تعلیم دی ـــــ جن ہوتے ہوئے ریاضات و مجاہدات نے جس کو فرشتوں کی صف میں لاکھڑا کیا اور پھر اس کے سامنے فرشتوں کو زانوئے تلمذ طے کرنا پڑا ـــــ اور وہ فرشتوں کا استاد بنایا گیا ـــــ اس بلندی پہ پہنچنے کے باوجود ـــــ اس شان کے علم و فضل اور زہد و عبادت کے باوجود ـــــ دیکھتے ہی دیکھتے آسمانِ عزت کی بلندیوں سے غارِ ذلت کی پستیوں میں گرادیا گیا ـــــ آدم (علیہ السلام) کی جناب میں گستاخی کی پاداش میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملعون و مردود ٹھہرادیا گیا ـــــ معلوم ہوا کہ نبی کی شان میں گستاخی عمر بھر کی نیکیوں اور زمانے بھر کی فضیلتوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیتی ہے ـــــ اللہ اللہ جو کبھی عالم تھا ـــــ جو کبھی ولی کامل تھا ـــــ جو کبھی معلم الملکوت تھا ـــــ گستاخیِ رسول کے بعد اب وہ کچھ نہیں ـــــ پہلے اس کے آگے فرشتے باادب کھڑے ہوتے تھے ـــــ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ اس سے پناہ مانگو ـــــ اس سے دور بھاگو ـــــ حیف! ایک عالم و فاضل اور عابد و زاہد کو گستاخی کہاں سے کہاں لے گئی ـــــ! قصۂ ابلیس و آدم ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے ـــــ مگر نہیں آنکھیں نہیں کھلتیں ـــــ اور

نہ معلوم جان بوجھ کر یا بے سوچے سمجھے ابلیس کے مشن کو تقویت پہنچائی جا رہی ہے ـــــ اس کا مشن یہی ہے کہ مخلوقِ الٰہی کو انبیاء و اولیاء سے دور لے جایا جائے ـــــ اور ان سے بیگانہ کر کے کہیں کا نہ رکھا جائے ـــــ عظمتِ نبوت اس کی ذلت و رسوائی کا سبب بنی ـــــ اس لئے اس نے حضرات انبیاء علیہم السلام اور وارثین انبیاء حضرات اولیاء اللہ کو اپنا حریف سمجھا ہے اور انہیں کی عزت و ناموس کے درپے ہو رہا ہے ـــــ دلوں کو ان سے توڑ رہا ہے ـــــ زبانوں کو ان کی جناب میں گستاخ بنا رہا ہے ـــــ خوب بدلے لے رہا ہے۔

حقیقت میں حکم، ادب سے بالا تر ہے ـــــ الامرُ فوقَ الادب ـــــ ابلیس یہ نکتہ نہ سمجھا وہ غیر اللہ کے آگے نہ جھکنے کو جانِ توحید سمجھا اور اس حرفِ محبت کو بھلا دیا کہ بندگی، محبوب کے اشاروں پر چلنے کا نام ہے ـــــ اسی لئے وہ مغضوب و مردود ٹھہرا کہ حرفِ محبت سے نا آشنا تھا ـــــ اس کو عقل نے ڈسا، اس نے محبت کا مزا نہ چکھا ـــــ بیشک رئیس العاشقین ہی رئیس الموحدین ہے ـــــ جس کو محبت و ادب کا پاس و لحاظ نہیں وہ عاشقی و بندگی کیا جانے اِسے۔

عاشق نہ شدی و محنتِ الفت نہ کشیدی
کس پیش تو غم نامۂ ہجراں چہ کشاید

ایک ظاہری سجدہ ہے ـــــ ایک باطنی سجدہ ہے ـــــ ظاہری سجدہ یہ ہے کہ انسان کی پیشانی خمیدہ ہو کر زمین بوس ہو جائے اور باطنی سجدہ یہ ہے کہ جسم و جان دونوں مصروفِ اطاعت و بندگی ہو جائیں ـــــ گویا اطاعت و فرماں برداری روحِ سجدہ ہے سہ

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اسی لئے فرمایا مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ[1] ــــــ جس نے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی ــــــ دوسری جگہ فرمایا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[2] ــــــ فرما دو اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو پھر اللہ تم کو محبوب بنا لے گا ــــــ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور اللہ کی محبوبیت کا سب سے بڑا وسیلہ ــــــ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں روحِ سجدہ کی جھلک آرہی ہے ــــــ

مجاز پرستی کے اس دور میں توحید خالص کا اس طرح پرچار کرنا کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں، رسولوں، نبیوں اور ولیوں کو محتاج محض اور عاجز مخلوق قرار دے کر عام انسانوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے، نہایت ہی خطرناک ہے ــــــ خصوصًا اس دور میں ــــــ جو نبیوں رسولوں اور ولیوں سے چھوٹا وہ خدا سے چھوٹا ــــــ اس کا مسلمان نظر آنا تو ممکن ہے مگر مسلمان رہنا مشکل ہے ؎

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
در بدر یوہی خوار پھرتے ہیں

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ النساء، ۸۰
[2] القرآن الحکیم: آل عمران، ۳۱

# آدابِ رسالت

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۗ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ [1]

(ترجمہ) اے ایمان والو! "راعنا" نہ کہو بلکہ "انظرنا" کہو (یعنی حضور ہم پر نظر رکھیں) اور (ارشادات عالی کو پہلے ہی سے دل لگا کر) سنو ـــــ (اس حکم سے) تبرا کرنیوالوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں جب صحابہ کرام کی سمجھ میں کوئی بات نہ آتی تھی تو "راعنا" کہتے تھے یعنی ہماری رعایت کیجئے اور مکرر ارشاد فرمائیے" ـــــ اس مجلس مبارک میں یہودی بھی ہوتے وہ "ع" کے زیر کو ذرا کھینچ کر "راعینا" کہتے تھے۔ جس کے یہ معنی لیتے کہ "اے ہمارے چرواہے" [2] ـــــ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہودیوں کی اس تحقیر آمیز شرارت کو سمجھ گئے چنانچہ انھوں نے بآنگ دہل فرمایا کہ "اے دشمنانِ اسلام اب اگر میں نے تم میں کسی سے یہ لفظ سنا تو اسکی گردن اڑا دوں گا! ـــــ جلالِ سعد بن معاذ نے آسمان و زمین کو ہلا کر رکھدیا ـــــ اور یہ آیت نازل ہوئی جس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گستاخانِ رسول کے منہ بند کر دیئے اور عذاب الیم کی وعید سنائی ـــــ [3]

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ، ۱۰۴ [2] ہذا احد المعانی التی ذکرہا العلماء فی تفسیر الآیۃ کما فی تفسیر العلامۃ النیسابوری ۱۲ محمد احمد [3] النیسابوری، العلامۃ نظام الدین حسن بن محمد: تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان ج ۱ ص ۲۵۰ علی ہامش تفسیر الطبری طبعۃ مصر الاولیٰ ۱۳۲۳ھ

یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ کفار و یہود جو کچھ کہا کرتے تھے، وہ ہرگز صحابہ کا نہ مقصود تھا نہ ملفوظ ـــــ پھر بھی ارشاد ہوا "خبردار! اب "راعنا" نہ کہنا!" ـــــ بات چل رہی ہے "رَاعِنَا" کی اور ممانعت فرمائی جا رہی ہے "راعنا" کی ـــــ اللہ اللہ غیرتِ الٰہی کی شان تو دیکھو! ـــــ کافروں کے معنی و مقصود کا تصور تک صحابہ کے دل میں نہ تھا بلکہ یہ وسوسہ ان کے قلب صافی میں گزر ہی نہ سکتا تھا مگر پھر بھی ممانعت فرمائی ـــــ تو پھر اس کی کیا وجہ تھی؟ ـــــ بات یہ تھی گو "رَاعِنَا" ـــــ کسی معنی میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجب اہانت و توہین نہ ہو مگر کفار و یہود کا اس کو موجب توہین سمجھ کر استعمال کرنا غیرتِ الٰہی کو گوارا نہ ہوا اور صحابہ کی زبان سے ایک ایسے لفظ کا استعمال بھی ممنوع قرار دیا گیا جو اگرچہ ان کے نزدیک کسی پہلو سے بھی موجب اہانت نہیں مگر کفار کے اختیار کردہ لفظ کے ساتھ اسے لفظی اشتراک ہے ـــــ یہ آپ کی کمال رعایت ادب ہے ؎

باصاف ضمیراں باادب باش کہ بسیار
از آہ گہر آئینہ زنگار گرفت است

الغرض ہرچند صحابہ لفظ "رَاعِنَا" کو ادب و احترام اور تعظیم کے لئے استعمال کرتے تھے مگر پھر بھی اس سے ملتے جلتے دوسرے لفظ "رَاعِیْنَا" کا استعمال تذلیل و تحقیر کے لئے ـــــ کیا جاتا تھا اس لئے یہ بھی ممنوع قرار دیدیا گیا ـــــ لفظ "رَاعِنَا" سے اشارۃً و کنایۃً بھی توہین مراد نہ تھی بلکہ اس کا استعمال تعظیم و ادب کے لئے تھا پھر یہ لفظ مردود ٹھہرا اور اس کا استعمال کرنے والا مغضوب، تو غور کرو جن کلمات میں صراحۃً اور کھلم کھلا آپ کی شان میں گستاخی کی گئی ہو، مولیٰ تعالیٰ کے نزدیک

ان کلمات کا اور ان کے قائل کا کیا مقام ہو گا؟ ـــــــ اس آیت میں دوسری بات قابلِ توجہ یہ ہے کہ یہاں مومنین سے خطاب فرمایا ہے کفار و یہود سے نہیں اس لئے یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ وہی آیت کے مخاطب ہیں ـــــ نہیں نہیں، مخاطب عوام و خواص مومنین ہیں ـــــــــــ

بہرکیف آیت مذکورہ سے مندرجہ ذیل اصول و آداب مستنبط کئے جاسکتے ہیں : ـــــــــ

(۱) ایسا لفظ جس کا معنی اُدا اطلاق اگر چہ فی نفسہٖ صحیح ہو مگر اس سے تمسخر و استہزار کا پہلو نکل سکتا ہو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور استعمال کرنا ناجائز ہے۔

(۲) ایسے لفظ کا استعمال بھی جائز نہیں جو اگرچہ مقام ادب میں بولا جاتا ہو مگر اس سے ملتا جلتا لفظ مقام ادب سے گرا ہوا ہو۔

(۳) ایسے لفظ سے اگرچہ قائل کی مراد تمسخر و استہزار نہ ہو مگر پھر بھی وہ گنہ گار اور قابلِ مواخذہ ہے۔

(۴) اس قسم کے الفاظ بھول چوک میں بھی نکل جائیں تو اس کا تدارک لازم ہے۔

(۵) جان بوجھ کر کہے جائیں تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بلکہ خدا کے نزدیک بھی اس کا قائل واجب القتل ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔

قرآن کریم میں جا بجا ایسی آیات ملتی ہیں جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر کا درس دیا گیا ہے اور عظمت و شوکت کو بیان کیا گیا ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ان آیات کو دل سے لگا کر رکھیں تاکہ گلشنِ محبت و ادب ویران نہ ہو ـــــ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ [1]

(ترجمہ) نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تم کو خبر تک نہ ہو۔

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ [2]

(ترجمہ) جو لوگ نبی کے پاس دھیمی آواز سے بولتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے نزدیک تقویٰ کی آزمائش میں کامیاب ہیں، ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

(۳) اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ [3]

(ترجمہ) جو حجروں کے باہر سے تم کو آواز دیتے ہیں، ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

(۴) لَمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ [4]

(ترجمہ) "ایمان والے وہ ہیں" جو نبی کی مجلس سے نبی کی اجازت کے بغیر نہیں جاتے۔

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ الحجرات، ۲
[2] القرآن الحکیم، سورۃ الحجرات، ۳
[3] القرآن الحکیم، سورۃ الحجرات، ۴
[4] القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۲

876 95

⑤ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ ۱

(ترجمہ) جو شخص اجازت چاہے اپنے کسی کام کے لئے تو ان میں سے جسے تم چاہو اجازت دے دو اور جسے نہ چاہو اجازت نہ دو)

⑥ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۲

(ترجمہ) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

⑦ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ج فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۳

(ترجمہ تفہیم) جو لوگ محفل مبارک سے آڑ لے کر کھسک جاتے ہیں اللہ انہیں جانتا ہے وہ اللہ کے حکم کے خلاف کرتے ہیں ان کو خدا سے ڈرنا چاہئے کہ وہ کسی آفت یا عذاب کا شکار نہ ہو جائیں۔

⑧ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۴

(ترجمہ) بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر۔ اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو!

---

۱ القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۲

۲ القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۳

۳ القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۳

۴ القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۵۶

⑨ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۠ [1]

(ترجمہ) تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

قرآن کریم میں بعض آیات وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت فرمائی ہے یا کوئی ہدایت و نصیحت ـــــ ایسی آیات میں عموماً حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست خطاب فرمایا ہے ـــــ بعض آیات وہ ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن اور ان گنت خوبیاں بیان کی گئی ہیں ـــــ ایسی آیات میں عموماً براہِ راست مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔

اسی طرح احادیث میں بعض احادیث وہ ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز و انکسار کا اظہار فرمایا ہے اور بعض احادیث

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۲۴

وہ ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز و انکسار کا اظہار فرمایا ہے اور بعض احادیث وہ ہیں جن میں آپ نے اپنی جلالتِ شان کا ذکر فرمایا ہے۔

اب ایک آنکھ تو وہ ہے جو پہلی قسم کی آیات و احادیث پر نظر جمائے ہوئے ہے، اس کی نظر دوسری قسم کی آیات و احادیث کی طرف اٹھتی ہی نہیں ـــــ مگر ایک آنکھ وہ بھی ہے جو پہلی اور دوسری دونوں قسم کی آیات و احادیث کو سامنے رکھ کر قرآن و حدیث کی روح تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے اور وہ کچھ دیکھتی اور دکھاتی ہے جو پہلی آنکھ نہیں دیکھ پاتی ـــــ وہ پہلی آنکھ عالم آب و گل میں الجھ کر رہ گئی اور یہ دوسری آنکھ سمٰوٰت بلکہ ماورائے سمٰوٰت جا پہنچی ـــــ اُس کا اندازِ نظر غیر سائنٹفک ہے، اِس کا اندازِ نظر سائنٹفک ہوتے ہوئے بھی عاشقانہ اور مؤمنانہ ہے۔

# توہینِ رسالت

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے پاک و ہند کے جس ماحول میں آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے تقویت الایمان لکھی اس دور میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق اور مشائخ عظام و اولیائے کرام سے محبت و عقیدت کے چرچے عام تھے، شاہِ وقت بہادر شاہ ظفر خود اہلِ سنت وجماعت سے تعلق رکھتا تھا ــــــ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی انقلابی طبیعت کو یہ ماحول بیگانہ معلوم ہوا اور انہوں نے ابن عبدالوہاب کی روش پر چلتے ہوئے ماحول کے خلاف بھرپور جنگ کی اور تقویۃ الایمان لکھ کر عوام و خواص کے عشق و محبت کو جھنجوڑا ــــــ علمار خیرآباد، علمار بدایوں، علمار بریلی، علمار فرنگی محل اور علمار دہلی وغیرہ نے تقویۃ الایمان کی بعض عبارات کی گرفت کی اور بعض علمار نے اس کے رد لکھے اور یہ سلسلہ چل نکلا ــــــ جو آج تک جاری ہے۔

تقویۃ الایمان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام محبوبانِ خدا کی جناب میں جو بے باکانہ اسلوب ملتا ہے وہ ان محبوبوں کے خالق و مالک جلّ وعلا کے کلام میں بھی نہیں ملتا ــــــ سارے قرآن کو پڑھ جائیے کہیں یہ انداز نہ پائیں گے جو صاحب تقویۃ الایمان نے اپنایا ہے تو جب خدا نے اپنے محبوبوں کا کمال پاس و لحاظ رکھا ہے تو بندے کی کیا مجال کہ وہ ایسا بد لحاظ ہو جائے!

طریقت میں جس نے قدم رکھا ہے وہ معمولی انسان کے لئے بھی بے باک نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ انبیار علیہم السلام اور اولیائے کرام

رحمہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں بیباک ہوا صاحبِ طریقت پیکرِ عجز و انکسار ہوتا ہے، اس کو ہر گھڑی اپنی عاقبت کی فکر ہوتی ہے ——— وہ بڑے بول نہیں بولتا ——— بڑے بول وہی بولتا ہے جو اپنی عاقبت سے بے نیاز ہوتا ہے ———

تقویۃ الایمان کی ساری باتیں رَد کرنے کے لائق نہیں مگر بہت ساری ایسی باتیں لکھ دی ہیں جنہوں نے پوری کتاب پہ پانی پھیر دیا ہے ——— کاش صاحبِ تقویۃ الایمان ادب کی اہمیت کو سمجھتے اور ایسی عبارات سے گریز کرتے جو مقامِ ادب کے منافی ہیں ———

اسلام سراسر عشق و محبت ہے اور محبت سراسر ادب ———

بسا اوقات مقامِ عقل میں جو بات معقول نظر آتی ہے مقامِ عشق میں وہ نامعقول ہو جاتی ہے ——— مگر یہ بات وہی سمجھ سکتا ہے جو آشنائے محبت اور دانائے ادب ہو!

"محبوب کے سامنے زور سے نہ بولو" ——— عقل پوچھتی ہے، کیوں نہ بولیں؟ ——— عشق کہتا ہے، خاموش، ہاں نہ بولو! ——— "محبوب کی مجلس سے بلا اجازت نہ کھسکو" ——— عقل پوچھتی ہے، کیوں نہ کھسکیں؟ ——— عشق کہتا ہے، خبردار، ہاں نہ کھسکو! ——— "مجروں کے باہر سے محبوب کو آواز دے کر نہ بلاؤ" ——— عقل پوچھتی ہے، کیوں نہ بلائیں؟ ——— عشق کہتا ہے، ہشیار، ہاں نہ بلاؤ! ——— "محبوب کی محبت پر آل و اولاد اور جان و مال سب کچھ نثار کر دو" ——— عقل پوچھتی ہے، کیوں نثار کر دیں؟ ——— عشق کہتا ہے، ہاں ہاں نثار کر دو! ——— ؏

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں جن آداب کا قرآنِ حکیم نے ذکر کیا ہے ـــــ اگر عقل سے سمجھو تو سمجھ میں نہیں آتے ـــــ ہاں عشق سے سمجھو تو ہر ادب دل میں گھر کرتا چلا جاتا ہے ـــــ مقامِ عقل میں بھول چوک میں چھوٹ ہے، مگر مقامِ عشق میں بھول چوک پر سخت سزا ہے ـــــ بھول چوک غیر سے پیوستگی کا نتیجہ ہے۔ اس لئے عاشق کے شایانِ شان نہیں کہ وہ غیر سے وابستہ ہو کر اتنا از خود رفتہ ہو جائے کہ آدابِ محبت کو یکسر فراموش کر دے۔

قرآنِ حکیم میں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند کرنے کی ممانعت فرمائی ہے وہاں صرف ممانعت نہیں بلکہ یہ بھی فرمایا جا رہا ہے کہ آج کے بعد اگر بھول چوک میں بھی کسی کی آواز بلند ہو گئی تو عجب نہیں کہ اس کے نیک اعمال ضائع کر دیئے جائیں اور اس کو خبر تک نہ ہو ـــــ کس کے اعمال؟ ـــــ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال ـــــ جن کا ایک عمل اغواث و اقطاب و ابدال کے ساری ساری عمروں کے اعمال پہ بھاری ہے ـــــ غور کرو! ـــــ اور خوب غور کرو ـــــ! جنابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادبی و بے باکی کوئی معمولی بات نہیں ـــــ بہت بڑی بات ہے ـــــ

یہ تو تھی صرف آواز اونچی کرنے والی بات ـــــ اُن کی آواز جن کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات ملتِ اسلامیہ کے لئے حُجت ہیں ـــــ ایسے کلمات کا ذرہ سے نکل جانا بھی خدا کے نزدیک باعث تعزیر شدید ٹھہرا ـــــ تو اُن کلمات کی بات کیا کی جائے جن میں اہانت و توہین کی بو آ رہی ہے ـــــ ؟

آئندہ صفحات میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کی بعض گستاخانہ عبارات کا جائزہ لیا جائے گا۔ اس سلسلے میں موصوف کے متبعین و معتقدین سے اتنی گزارش ہے کہ بالفرض اگر راقم کا کوئی کلمہ یا عبارت مولوی اسمٰعیل کی شان میں گستاخانہ محسوس فرمائیں تو اس کی بھی اسی طرح تاویل فرمالیں جس طرح مولوی اسمٰعیل کی گستاخانہ عبارات کی تاویل فرمایا کرتے ہیں یعنی یہ کہ انہوں نے جو گستاخانہ عبارات لکھی ہیں ان سے مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی نہ تھی بلکہ رب تبارک وتعالیٰ کی بڑائی دکھانا مقصود تھا ـــــــ راقم کی بھی عبارات اور کلمات کی یہ تاویل فرمالیں کہ اس سے مقصود مولوی اسمٰعیل کی تذلیل و تحقیر نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کا بیان مقصود ہے اور بلاشبہ یہ تاویل نہ ہوگی بلکہ اظہارِ حقیقت ہوگا کیوں کہ راقم کا مسلک تو یہ ہے کہ

اخوت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی

# تعارف تقویۃ الایمان

تقویۃ الایمان کا جو ایڈیشن ہمارے سامنے ہے اس کا پورا نام ہے تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان مؤلفہ مولوی اسمٰعیل و نصیحۃ المسلمین مؤلفہ مولوی خرم علی مطبوعہ لاہور (۱۹۷۰ء) شائع کردہ امجد اکیڈمی، لاہور۔

تقویۃ الایمان ۷۰ صفحے کا رسالہ ہے جو صفحہ ۹ سے صفحہ ۷۹ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے بعد تذکیر الاخوان کے نام سے ایک اور رسالہ ہے یہ صفحہ ۸۱ سے صفحہ ۳۲۷ تک پھیلا ہوا ہے، اس رسالے کو مولوی اسماعیل سے منسوب کیا گیا ہے ——— اس ایڈیشن میں تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان کے علاوہ سید عبداللہ بغدادی کے مکتوب عربی (محررہ ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کے جواب میں مولوی اسماعیل کا مکتوب بھی ہے جو صفحہ ۳۲۹ سے ۳۳۵ تک پھیلا ہوا ہے، اس کے بعد تقویۃ الایمان کی حمایت اور تائید میں دوسرے فتوؤں کے علاوہ مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ بھی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں :-

(ا) تقویۃ الایمان بہت ہی اچھی کتاب ہے اور شرک و بدعت کی تردید میں بے مثال ہے [۱]

(ب) بات یہ ہے کہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بدعتیوں کو اس واسطے دشمنی ہے کہ آپ نے بدعتیوں کی خوب مٹی پلید کی [۲] اور بدعتیوں کے بازار کو سرد کر دیا [۳]

---

[۱] اسماعیل دہلوی : تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور (۱۹۷۰ء) ص ۳۳۷

[۲] لفظ 'مٹی پلید کرنا' ایک عامیانہ محاورہ ہے جو ایک مفتی و فقیہ کے شایان شان نہیں۔

[۳] اسماعیل دہلوی : تقویۃ الایمان، ص ۳۳۷

فتووں کے بعد جامع تقویۃ الایمان نے تقویۃ الایمان کی متنازعہ فیہ عبارات کے بارے میں سوالاً جواباً صفائی پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" ہی کہا جاسکتا ہے۔ جامع موصوف نے پیغمبر علیہ السلام کو بڑا بھائی کہنے اور اللہ کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل کہنے اور اس قسم کے اور کلمات کی تاویل و توجیہہ فرمائی ہے ــــ مناسب تھا کہ یہ نامعقول جملے حذف کر دیئے جاتے اور ان سے براءت کا اعلان کرا دیا جاتا ــــ جب صاحب تقویۃ الایمان نے ایسی آیات و احادیث کو نظر انداز کر دیا جن سے انبیاء علیہم السلام اور خصوصًا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شوکت کا اندازہ ہوتا تھا تو ایسے کلمات کو خارج کرنے میں کون سی قباحت تھی جن سے ان حضرات قدسیہ کی تحقیر و تذلیل ہوتی تھی ــــ ناشائستہ کلمات کی تاویل و توجیہہ کرکے اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہرگز دانائی و ہوشمندی کی بات نہیں ــــ بات سے بات نکلتی ہے، مولوی اسمٰعیل دہلوی نے جو راہ اختیار کی یعنی انبیاء علیہم السلام کی تحقیر و تذلیل کے لئے آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کرنا اور ایسی آیات کو قطعًا نظر انداز کر دینا جن سے کمال رفعت و بلندی کا اندازہ ہوتا ہو، ڈیڑھ سو برس گزر جانے کے بعد بھی بعض حضرات اب تک اس راہ پر چل رہے ہیں، یہ کوئی الزام نہیں، ذاتی تجربہ ہے ــــ سنیے۔

فروری ۱۹۷۹ء میں ایک ضعیف العمر عالم، عقائد سے متعلق اپنی تصنیف پر تقریظ لکھوانے تشریف لائے ــــ کتاب کھولکر دیکھی تو نبیوں اور رسولوں کا اس انداز سے تعارف کرایا گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک بے بس مخلوق ہیں (معاذ اللہ) مثلاً یہ کہ نبی کو کنوئیں میں

ڈال دیا جاتا ہے، قید کر دیا جاتا ہے، بیمار ڈال دیا جاتا ہے، دریا میں پھینک دیا جاتا ہے، مچھلی کے پیٹ میں محبوس کر دیا جاتا ہے۔ وطن سے بے وطن کر دیا جاتا ہے۔ میدانِ جنگ میں لہولہان کر دیا جاتا ہے، رو رو کے وہ بینائی سے محروم ہو جاتا ہے، آگ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

راقم نے عرض کیا کہ اولوالعزم نبیوں اور رسولوں کا یہ کیسا تعارف کرایا ہے؟ ——— فرمانے لگے یہ تو سب قرآن میں موجود ہے، راقم نے عرض کیا ——— بیشک یہ سب کچھ قرآن میں ہے مگر اسی قرآن میں: ———

- یہ بھی تو ہے کہ سلیمان (علیہ السلام) کے خادم نے ملکۂ سبا کا تخت سینکڑوں میل کی مسافت سے چشم زدن میں لا کر رکھ دیا۔
- یہ بھی تو ہے کہ ایوب (علیہ السلام) نے جب زمین پر قدم مارا تو چشمہ پھوٹ نکلا۔
- یہ بھی تو ہے کہ جب مریم (علیہا السلام) دنیا سے کنارہ کش ہو گئیں تو دیکھتے ہی دیکھتے پردۂ غیب سے اسبابِ معیشت فراہم ہو گئے۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے عالمِ شیرخوارگی میں اعلانِ نبوت فرمایا ——— پھر جب نبوت ملی تو یہ اعجاز ملا کہ ابرص پر ہاتھ پھیرا تو داغ دھبے دُھل گئے، مُردے پر دم کیا تو آن کی آن میں زندہ کر دیا ——— مادر زاد اندھے پر نظر فرمائی تو بینا کر دیا ——— اور جب دشمنوں نے شر کا ارادہ کیا تو آسمان پر اٹھا لئے گئے۔

- یہ بھی تو ہے کہ حضرت یوسف (علیہ السلام) کے پیراہن مبارک کی خوشبو میلوں مسافت سے حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے سونگھ لی اور جب پیراہن آنکھوں سے مس ہوا۔ تو بینائی آگئی۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے پتھر پہ عصا مارا تو چشمے ابل پڑے، دریا پہ عصا مارا تو راستے نکل گئے، زمین پہ عصا پھینکا تو پھنکارتا ہوا اژدہا بن گیا ــــ گریبان سے ہاتھ نکالا تو چمکتا ہوا نکلا ــــ مولیٰ سے کھانا مانگا تو من و سلوا اترا ــــ
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت ابراھیم (علیہ السلام) نے کشتہ و پارہ پارہ شدہ پرندوں کو آواز دی تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ اڑتے ہوئے چلے آئے ــــ
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت خضر (علیہ السلام) نے علوم غیبیہ کے وہ وہ راز کھولے جو علم ظاہر پہ آشکارا نہ کئے گئے تھے۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانِ مبارک سے جنوں نے تلاوت قرآن کی آواز سنی تو دل پکڑ کر رہ گئے۔ اور قدموں پہ آ گرے ــــ
- یہ بھی تو ہے کہ جب اُس حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں پھینکیں تو آن کی آن میں دشمنوں کی صفیں الٹ گئیں۔
- یہ بھی تو ہے کہ آپ کے اشارے سے چاند دو نیم ہو گیا اور سارا عالم دنگ رہ گیا ــــ
- یہ بھی تو ہے کہ جب بیت اللہ کی طرف آپ کی نظریں پھر ب

تو سارے عالم کی نظریں اس طرف پھیر دی گئیں ــــــ

○ یہ بھی تو ہے کہ جب آپ میدان جہاد میں اترے تو فرشتے فوج در فوج آپ کی مدد کو جا پہنچے ــــــ

○ یہ بھی تو ہے کہ اُس تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسکے مولیٰ نے مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک راتوں رات سیر کرائی اور پھر ان بلندیوں پر لے گیا جن کا تصور انسان کے بس کی بات نہیں ــــــ

اللہ اللہ یہ سارے اذکار قرآنِ حکیم میں موجود ہیں، ان کا کیوں ذکر نہ کیا؟ فرمانے لگے، "عظمتوں کا ذکر کیا جائے تو لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں" ــــــ فقیر نے عرض کیا کہ "اس کی تدبیر تو حق جل مجدہٗ فرماتا ــــ جس نے ایسی آیات نازل فرمائیں، آپ کیوں اس فکر میں مبتلا ہو گئے؟" ــــــ پھر مجبور ہو کر فرمانے لگے کہ "عظمتوں کی باتیں تو مجالس و مساجد میں علماء و واعظین سے سنی جا سکتی ہیں" ــــــ فقیر نے عرض کیا "لیکن آپ اپنی کتاب میں اس کا ذکر نہ فرمائیں گے؟" ــــــ اس پر وہ عالم خاموش ہو گئے اور مایوسی و نا اُمیدی کے ساتھ اپنا مسودہ لے کر چلے گئے ــــــ

اس سانحہ سے سخت صدمہ ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ ہمارے درمیان اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو ایسی آیات و احادیث کو بر سرِ منبر بیان نہیں کرنا چاہتے جن میں محبوبانِ خدا کی تعریف و توصیف اور ان کی عظمتوں اور منزلتوں کا ذکر ہے۔ اس لئے بالعموم ان حضرات کا موضوع کفر و شرک ہی رہتا ہے اور وہ محبوب سے زیادہ مغضوب کا ذکر کرنا پسند کرتے ہیں ــــــ یہ بات تقاضائے ایمان

کے منافی ہے، کوئی مسلمان نہیں جو ایسا کرنے پر دل سے آمادہ ہو ــــ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے تمام انسانوں کو اپنی جناب میں یہ التجا کرنے کا حکم دیا ــــ ("اے اللہ) ہمیں سیدھے راستے پر چلا ان (برگزیدہ پیاروں) کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا" ــــ اللہ اکبر! ان پیاروں اور محبوبوں کے ذکر کے بغیر نہ دعا، دعا ہے اور نہ نماز، نماز ــــ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ہر دعا میں اوّل و آخر درود شریف پڑھ لیا کرو ــــ درود شریف کا مقبول بارگاہِ ایزدی ہونا ایک کھلی حقیقت ہے ــــ جب اوّل و آخر کی چیز قبول ہوگی تو پھر بیچ کی چیز کیسے رد کی جا سکتی ہے ــــ سبحان اللہ! ــــ بہر کیف ذکر تھا تقویۃ الایمان کا ــــ بات کہاں سے کہاں پہنچی ــــ

تقویۃ الایمان میں قرآن کریم کی آیات کے غلط انطباق[1] سے کفر و شرک کا جو معیار قائم کیا گیا ہے اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو مولوی اسمٰعیل کے معاصرین اور ان سے قبل عالم اسلام کے کروڑوں مسلمان کافر و مشرک ٹھہرتے ہیں حتیٰ کہ زمانہ حال میں عالم اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت کافر و مشرک قرار پاتی ہے، اس طرح کوئی مسلمان حکومت، اپنے ہاں مسلم اکثریت کا دعویٰ نہیں کر سکتی ــــ اس لئے مولوی اسمٰعیل کے خیالات و افکار کو آسانی سے قبول کرنا سخت خطرناک ہوگا، مناسب یہ ہوگا کہ ان کو نقد و نظر کی بھٹی میں پکا کر اچھی طرح

---

[1] بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایسے لوگوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں "شرار خلق اللہ" فرمایا ہے ــــ (بخاری شریف، مطبوعہ احمدی، ص ۱۰۲۴) مسعود

دیکھ لیا جائے اور کھوٹا کھرا الگ کر لیا جائے ——

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی جمود کے قائل ہیں، حرکت کے نہیں —— زندگی اور فکر زندگی مت ازل ارتقار سے گزرتی ہے اور اسلام کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس نے زندگی کے فطری عمل کو نظر انداز نہیں کیا —— وہ اس معنی میں حرکی ہے کہ حرکت وعمل کا اس نے پورا پورا خیال رکھا ہے —— اور اس معنی میں جامد ہے کہ اس کے اصول وضوابط میں کوئی تغیر و تبدل نہیں —— سب کے سب اپنی جگہ اٹل ہیں —— وہ جامد ہوتے ہوئے جانِ حرکت ہے —— یہی اس کا اعجاز ہے اور یہی اس کا امتیاز —— اسلامی فکر وعقیدے پر جو قلم اٹھاتا ہے اسے اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھنا پڑے گا ورنہ وہ خود بھی راستہ سے ہٹ جائے گا اور دوسروں کو بھی ہٹا دے گا ——

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے اپنے مزعومات کو ثابت کرنے کے لئے یہ کتاب لکھی ہے —— اس لئے یہ ایک وکیل کی تصنیف تو کہی جا سکتی ہے، ایک منصف و مصلح اور رہبر کی تصنیف قرار نہیں دی جا سکتی —— عدل کا تقاضا ہے کہ دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے اور دونوں طرف کے دلائل پر نظر رکھی جائے —— البتہ وکالت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف ایک سمت نظر رکھی جائے اور دوسری سمت کو قطعاً نظر انداز کر دیا جائے بلکہ کوشش یہ کی جائے کہ ایسے دلائل و براہین فراہم کئے جائیں جو دوسری سمت کو ضعیف سے ضعیف تر کر دیں —— تقویۃ الایمان کا یہی انداز ہے —— اپنی پسند کی آیات و احادیث انتخاب کر لینا اور

محبوبانِ خدا کو بے کس و بے بس ظاہر کرنا ایک مسلمان مصلح و محقق کو زیب نہیں دیتا بلکہ یہ بات تو ایک غیر مسلم محقق کے لئے بھی باعث شرم و ندامت ہے ــــــ مناسب یہ تھا کہ مولوی اسمٰعیل تقویۃ الایمان میں ان آیات و احادیث کو بھی زیر بحث لاتے جو ان کے مزعومات کے خلاف تھیں، یہ توقع اس لئے بجا ہے کہ مولوی اسماعیل معمولی عالم نہ تھے۔ وہ بالکل باخبر تھے مگر اس کے باوجود انھوں نے افسوسناک راہ عمل اختیار کی، اور حقائق کو چھپایا ــــــ

تاریخ کی بنیاد دیانت داری پر ہے ــــــ جو اپنی پسند کے موافق بیانات قبول کرتا ہے اور اپنی پسند کے مخالف بیانات رد کرتا ہے وہ نہ مصلح ہے اور نہ محقق ــــــ یاد آیا بقول حافظ محمد یوسف محقق پاکستانی علیہ الرحمہ (ریکارڈ کیپر، ریکارڈ آفس لائبریری، جے پور) جب ہندوستان کا مشہور مورخ پنڈت جادوناتھ سرکار، اورنگ زیب عالمگیر پر مواد کی فراہمی کے سلسلے میں سنٹرل ریکارڈ آفس لائبریری (جے پور) پہنچا تو اس کو عہد عالمگیری سے متعلق ایسا مستند قلمی مواد دکھایا گیا جس سے اورنگ زیب عالمگیر کے اچھے پہلوؤں پر روشنی پڑتی تھی مگر اس نے اس لئے قبول نہ کیا کہ اسکو اورنگ زیب کی سیرت مسخ کرکے دنیا کے سامنے پیش کرنی تھی ــــــ

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل نے انبیاء و صلحاء کے حق میں یہی طرز عمل اختیار کیا جو انصاف پسند طبائع کے لئے نہایت ہی تکلیف دہ بات ہے ــــــ جب پسند ہی بنیاد ٹھہری تو پسند کا حال تو ڈانواڈول ہے۔ کبھی ایک چیز ایک وقت خاص میں اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دوسرے وقت بُری

لگنے لگتی ہے ــــ کچھ یہی حال تقویۃ الایمان اور اس کے مؤیدین ومتبعین کا ہے ــــ وہ باتیں جو انبیاء علیہم السلام اور صلحائے امت کے لئے اچھی نہیں معلوم ہوتیں، وہ اپنے استادوں اور شیوخ کے لئے اچھی لگنے لگتی ہیں ــــ یا جو باتیں دوسروں کے کرنے سے اچھی نہیں معلوم ہوتیں وہ خود کرنے سے اچھی ہو جاتی ہیں ــــ یہ ایک دلچسپ مطالعہ ہے ــــ راقم کے سامنے ایسے بہت سے شواہد و نظائر ہیں ــــ دور کیوں جائیں ــــ صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک انبیاء و صلحاء سب بے بس ہیں ــــ ان کو ذرّہ برابر اختیار نہیں ــــ مگر تقویۃ الایمان کے اس ایڈیشن میں جو ہمارے سامنے ہے، جامع و مرتب مولوی محمد عبد العزیز صاحب نے مولوی اسمٰعیل کی قدرت و اختیار کا اس طرح ذکر فرمایا ہے ــــ

نیند میں اتنا قابو پا لیا تھا کہ جب چاہیں سو جائیں اور جب چاہیں جاگ اٹھیں [1]

حالانکہ قرآنی آیات بتا رہی ہیں کہ اختیار تو خدا کو ہے کہ جب چاہے سُلائے، جب چاہے اُٹھائے اور جب چاہے سوتے کو تے اپنے پاس بُلالے ــــ

انتباہ :۔ اگلے صفحات میں تقویۃ الایمان کی جو عبارتیں پیش کی گئی ہیں وہ صـ۳۱ـ پر ذکر شدہ ایڈیشن کے مطابق ہیں۔ ہندوستان کی قدیم وجدید تقویۃ الایمان کے مقابلے سے انکشاف ہوا کہ مذکورہ ایڈیشن میں تحریف و تغییر سے بھی کام لیا گیا ہے۔ تاکہ عبارتوں کی قباحت کچھ کم ہو سکے اس کے باوجود گستاخیوں کا چہرہ عیاں ہے ۱۲ مسعود احمد

[1] اسماعیل دہلوی : تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان مطبوعہ لاہور، ص ۶

# عباراتِ تقویۃ الایمان

اب ہم اُن عبارات و کلمات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو تقویۃ الایمان میں آج بھی موجود ہیں اور جن پہ علمائے اسلام کی ایک کثیر جماعت معترض ہے. یہاں ہم چیدہ چیدہ صرف ۱۶ عبارات نقل کرتے ہیں ——— علمائے اسلام کا اعتراض صحیح ہے یا یہ محض ایک فتنہ انگیزی ہے جس کا داعیہ نفس امارہ ہے، اس کا فیصلہ مندرجہ ذیل حقائق و شواہد کی روشنی میں بخوبی کیا جاسکتا ہے ——— تقویۃ الایمان کی عبارات ملاحظہ فرمائیں : ———

## (پہلی عبارت)

——— جس نے اللہ کا حق اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دیدیا، اس نے بڑے سے بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل شخص کو دیدیا، کیونکہ خدا سب سے بڑا ہے اور خدا کے مقابلے میں اس کی مخلوق کی غلامانہ حیثیت ہے جیسے کوئی "تاج شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے"[1]

## (دوسری عبارت)

——— جب ہمارا خالق اللہ ہے تو ہمیں

[1] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۳

اپنے تمام مشکل اوقات میں اسی کو پکارنا لائق ہے، کسی اور سے ہمیں کیا واسطہ؟ جیسے کوئی کسی بادشاہ کا غلام ہو گیا تو وہ اپنی ضرورت اپنے بادشاہ ہی کے پاس لے جائے گا اسے دوسرے بادشاہوں سے کیا واسطہ؟ کسی بھنگی چمار کا تو ذکر ہی کیا ہے[1]؟

(تیسری عبارت)

یقین مانو ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب ترین فرشتہ اس کی حیثیت شانِ الوہیت کے مقابلے پر ایک چمار کی حیثیت سے بھی زیادہ ذلیل ہے[2]۔

(چوتھی عبارت)

تمام انبیاء اولیاء اس کے سامنے ایک ذرے سے بھی کم تر ہیں[3]۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل کے نزدیک کسی بھی حالت میں غیر اللہ سے استعانت جائز نہیں نیز یہ کہ انبیاء علیہم السلام اور صلحائے امت شانِ الوہیت کے سامنے

---

[1] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۸

[2] ایضاً، ص ۲۳

[3] ایضاً، ص ۲۶

ذرّے، بھنگی اور چمار سے زیادہ ذلیل ہیں (معاذ اللہ)

جہاں تک غیر اللہ سے استعانت کا تعلق ہے انبیاء تو انبیاء غیر انبیاء سے بھی استعانت کا حدیث شریف میں حکم ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی جنگل میں راستہ بھول جائے اور کوئی رہبر نہ ملے تو یہ کہے:

یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ![1] ـــــــ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو!

اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جو نظر نہیں آتے مگر پکارنے پر بھولے بھٹکوں کو راستہ بتلاتے ہیں۔

موٹی سی بات ہے جو بچوں کی سمجھ میں بھی آسکتی ہے ـــــ کسی کو اللہ سمجھ کر مانگنا اور بات ہے اور "اللہ کا بندہ" سمجھ کر مانگنا اور بات ہے ـــــ مانگنے، مانگنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے ـــــ مگر ہوا یہ کہ وہ ساری آیات جو اللہ سمجھ کر مانگنے کے متعلق تھیں اور جن کا تعلق سراسر کفار و مشرکین سے تھا ان کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا گیا جو محبوبانِ خدا سے اللہ کا مقرب بندہ سمجھ کر مانگا کرتے تھے اس طرح اچھے خاصے مسلمانوں کو کفار و مشرکین کی فہرست میں شامل کر کے ان کا قتلِ عام کیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ـــــ!

حقیقت میں روئے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کے بندوں سے اللہ سمجھ کر مانگتا ہو ـــــ اور بغیر عطائے ربّانی کے کسی کو صاحب اختیار و اقتدار تسلیم کرتا ہو ـــــ

مذکورہ اقتباسات میں مولوی اسمٰعیل نے انبیاء و صلحاء خصوصًا

---

[1] شمس الدین محمد بن محمد بن یوسف الجزری: حصن حصین، مصر، ص ۲۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دبے لفظوں میں ذرہ، بھنگی اور چمار سے زیادہ ذلیل کے اذیت ناک الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جن کو لکھتے ہوئے بھی قلم لرز رہا ہے ـــــ چمار اور بھنگی ہندوؤں کی نیچ قومیں ہیں اس لئے محبوبانِ خدا کو بدترین کفار و مشرکین اور مغضوبین سے تشبیہ دینا بلکہ ان سے بدتر کہنا کہاں تک درست ہے؟ ـــــ عقلِ سلیم جواب دے؟ ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانہ کعبہ میں بنی ہوئی تصاویر مٹانے کا حکم دیا تو آپ نے ساری تصویریں مٹا دیں مگر محض نسبت کی وجہ سے احتراماً حضرت ابراہیم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تصویریں نہ مٹائیں ـــــ یہ تصویریں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی سے مٹائیں اور ان کی جگہ زعفران مل دی[1] کہ اس جگہ کو حضرات قدسیہ سے ایک قسم کی نسبت تو تھی ورنہ زعفران لگانے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نسبتوں کا اتنا خیال فرمایا مگر مولوی اسمٰعیل نے انبیاء علیہم السلام کی ذوات عالیہ کو جن کی جھوٹی تصاویر کا محض نسبت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا خیال فرمایا، بھنگی اور چمار سے بھی بدتر لکھا ہے ـــــ جھوٹی تصاویر کو نسبت تھی سچے انبیاء اور ملائکہ سے تو ان کا اتنا لحاظ رکھا گیا ـــــ جن سچے انبیاء کو سچے خدا سے نسبت ہے ان کا پاس و لحاظ نہ کرنا خلافِ عقل بھی ہے، خلافِ ادب بھی ـــــ اور خلافِ قرآن و حدیث بھی ـــــ

[1] علی بن برہان الدین الحلبی: سیرت حلبیہ، جلد دوم، مطبوعہ بیروت، ص ۸۷

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھئے کہ انہوں نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا:

وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْ لَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَکَ مَا اسْتَلَمْتُکَ فَاسْتَلَمَہٗ[1]

(ترجمہ) بخدا میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع۔ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا — پھر آپ نے بوسہ دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے بوسہ کی لذت حاصل کی اور صاف صاف فرمادیا کہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم نے اس پتھر کو بوسہ کے قابل بنا دیا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے سلسلے میں بہت سی آیات و احادیث ہیں، جن میں بہت سی پچھلے اوراق میں ذکر کر دی گئیں اور بہت سی آیات و احادیث آگے آئیں گی۔

صاحب تقویۃ الایمان نے تو انبیاء و صلحاء کو ارذل ترین مخلوق میں شمار کیا ہے مگر خود حق تبارک و تعالیٰ عام مخلوق سے ان کو ممتاز فرما رہا ہے —— قرآن کریم میں جہاں مشرکین عرب کی بت پرستی اور بتوں سے استعانت کا ذکر ہے تو وہاں بتوں کے مقابلے میں اپنے محبوبوں کے مقام کو تمثیلی انداز میں یوں بیان فرمایا ہے: ——

---

[1] بخاری شریف، کتاب المناسک، باب الرمل ص ۲۱۸

## (پہلی تمثیل)

—— ایک غلام ہے جو بالکل دوسروں کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا —— اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے ہاں سے بہت سا صاف ستھرا مال عطا فرمایا ہے اور وہ اس کو پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا ہے —— تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں ؟ —— الحمد للہ! —— لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے[1]

## (دوسری تمثیل)

—— "دو آدمی ہیں، ایک ان میں سے گونگا اور دوسروں کی ملک ہے —— بے اختیار و ناتواں —— کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور اپنے مالک کو دو بھر ہو رہا ہے جہاں اسے بھیجتا ہے کبھی بھلائی نہیں لاتا —— کیا ایسا گونگا، بہرا اور وہ شخص جو سنتا، بولتا اور لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے، دونوں برابر ہیں" ؟[2]

## (پانچویں عبارت)

—— رُبَیِّع انصاریہ کی شادی کے موقع پر

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ النحل، ۷۵

[2] القرآن الحکیم، سورۃ النحل، ۷۶

آپ ان کے پاس آ بیٹھے ـــــ بچوں نے
گانے میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی
بات جانتا ہے (وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ)
آپ نے اس سے منع کیا اور فرمایا یہ بات نہ
کہو۔ معلوم ہوا کہ کسی بڑے سے بڑے
انسان کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ
وہ غیب داں ہے[1]

لیکن یہ بات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے کی کس کو جرأت ہے جو بعد نماز ظہر منبر مسجد پر تشریف فرما آثارِ قیامت کے بارے میں اخبارِ غیبیہ کا اعلان فرما رہے ہیں اور پھر یہ ارشاد ہو رہا ہے: ـــــ

| | |
|---|---|
| مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّسْئَلَنِيْ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْنِيْ عَنْهُ فَوَاللهِ لَا تَسْئَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ بِهٖ[2] | (ترجمہ) جو شخص مجھ سے کچھ پوچھنا پسند کرتا ہے وہ اس کے بارے میں مجھ سے پوچھ لے کہ خدا کی قسم تم مجھ سے جو بات پوچھو گے میں تم کو بتاؤں گا۔ |

اور کیا یہ بات مداحِ رسول جلیل القدر صحابی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، سے بھی کسی کو کہنے کی جرأت ہے جنہوں نے برملا فرمایا: ـــــ

نَبِيٌّ يَرٰى مَا لَا يَرَى النَّاسُ حَوْلَهٗ ـــ وَيَتْلُوْا كِتَابَ اللهِ فِيْ كُلِّ مَشْهَدٖ
فَاِنْ قَالَ فِيْ يَوْمٍ مَقَالَةَ غَائِبٍ ـــ فَتَصْدِيْقُهَا فِيْ ضَحْوَةِ الْيَوْمِ اَوْ غَدٖ[3]

---

[1] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۴۴ ـ ۴۵
[2] جلال الدین سیوطی: خصائص الکبریٰ، جلد دوم، فیصل آباد، ص ۱۰۷
[3] حسان بن ثابت: دیوانِ حسان مطبوعہ بیروت، ص ۱۴۴

(ترجمہ) ایسے نبی ہیں کہ وہ دیکھتے ہیں جو دوسروں کو نظر نہیں آتا، ہر جلوہ گاہ میں کتاب اللہ پڑھتے ہیں۔ اگر کسی دن کوئی غیب کی بات بتلاتے ہیں تو اسی دن یا دوسرے دن اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

قطع نظر اس روشن حقیقت کے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو غیب دان سمجھتے تھے اگر مندرجہ بالا حدیث شریف پر غور کیا جائے تو اس سے مندرجہ ذیل باتیں مستنبط ہوتی ہیں:۔

(۱) بچوں تک وہی بات پہنچتی ہے جو گھر گھر عام ہو چکی ہو۔ بچوں کو کیا پڑی کہ خواہ مخواہ اپنے دل سے ایک ایسی بات گھڑ لیں جو انہوں نے اپنے گھر میں نہ سنی اور وہ بھی عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے جن کی تربیت آغوشِ صداقت میں ہوتی تھی۔ بچوں کے یہ کہنے سے کہ "وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ" یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ بات زبان زد خاص و عام تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتیں جانتے ہیں۔

(ب) حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تمہارے سامنے کوئی تمہاری تعریف کرے تو اس کے چہرے پر خاک ڈال دو۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو یہ ہدایت فرما رہے ہیں تو خود اپنی تعریف کیسے سن سکتے تھے، وہ سراپا عجز و انکسار تھے، انکسار کی حد ہے کہ صحابہ کرام کو اپنے لئے اٹھنے نہ دیتے تھے۔ ایسی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کو منع کرنا آپ کے عجز و انکسار پہ محمول کیا جائے گا نہ کہ آپ کی بے خبری پر (معاذ اللہ)

(د) اگر واقعی آپ غیب کی باتیں نہ جانتے تھے اور یہ صفت خاص اللہ تعالیٰ کے لئے مختص تھی تو غیر خدا میں اس کا اقرار و اثبات کفر و شرک تھا اور اس کے لئے قائلین کی فہمائش ضروری تھی مگر حدیث شریف سے صرف اتنا معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھیں" ——— اور کوئی نصیحت و فہمائش نہ فرمائی۔

(ھ) شادی بیاہ کے موقعوں پر گانے وغیرہ کا ایک ماحول ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد گرامی سے ماحول کی شگفتگی اور بے تکلفی کو برقرار رکھا اور اس کی پوری پوری رعایت فرمائی۔ ہر کلام کا ایک محل ہوتا ہے ——— آپ شادی کی محفل کو شادی کی محفل ہی رکھنا چاہتے تھے، نعت کی مجلس نہیں ——— یہ آپ کا انکسار تھا ———



## چھٹی عبارت

———سب کاموں کے مختار کا نام 'اللہ' ہے
اور جس کا نام 'محمد' یا 'علی' ہے اس کو کسی
چیز کا اختیار نہیں [1]

اللہ نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے اختیار نہیں کیا مگر اپنا دل چاہا تو بیک جنبش قلم بے اختیار بنا دیا اور نہ اس طرح نہایت بے باکی سے خدا کے اختیار کو بھی گویا اپنے اختیار میں لے لیا ——— جرأت گفتار مولوی

[1] اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیرالاخوان مطبوعہ لاہور ص ۵۱

اسمٰعیل نے اختیار کیا ہے یہ انداز تو قرآنِ کریم میں بھی نظر نہیں آتا ـــــــ
یہاں یہ امر باعث تعجب ہو گا کہ مولوی اسمٰعیل جس اختیار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ثابت نہیں مانتے وہی اختیار جامع تقویۃ الایمان، مولوی اسمٰعیل میں ثابت کر رہے ہیں، جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے ـــــــ خود قرآن کہتا ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے سُلا دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے اٹھا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سوتے سوتے اٹھا لیتا ہے ـــــــ تو سونا اور سونے کے بعد جاگنا تو اللہ کے اختیار میں ہے، مگر مولوی اسماعیل میں اس اختیار کو ثابت کیا گیا ہے، اس طرح وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اختیار و اقتدار میں سبقت لے گئے۔ (معاذ اللہ)

اس اقتباس میں ایک اور بات نہایت افسوس ناک نظر آتی ہے کہ نام 'محمد' (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درود و سلام سے اجتناب کیا گیا، کم از کم یہ بات ایک مسلمان عالم سے متوقع نہیں مگر یہ حقیقت مزید حیرتناک ہے کہ پیش نظر پوری تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان میں نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درود و سلام نہیں حتیٰ کہ اگر حدیث میں ہے تو ترجمہ میں نہیں اور ہے تو مجمل و مختصر، صرف اشارہ (صلعم ـ ع) ـــــــ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ تنگ دلی ایک معمولی مسلمان کو بھی زیب نہیں دیتی چہ جائیکہ وہ حضرات جو مرشد و مصلح بن کر سامنے آئیں! ـــــــ نہ معلوم یہ کاتب کی غلطی ہے یا مصنف کی؟ ـــــــ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و اقتدار کا اندازہ تو بہت سی آیات و احادیث سے ہوتا ہے ـــــــ صرف یہی ایک آیت کافی

ہے جو بتا رہی ہے کہ نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب اختیار و اقتدار تھے بلکہ طلب کرنے والے آپ کے وسیلے سے اختیار و اقتدار طلب کیا کرتے تھے ——— غور فرمائیں ———

| | |
|---|---|
| وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا [1] | (ترجمہ) آپ کی تشریف آوری سے قبل (یہودی) آپ کے وسیلے سے کافروں پر فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ |

اب احادیث کی روشنی میں اختیار و اقتدار کا منظر ملاحظہ فرمائیں۔

| | |
|---|---|
| (۱) اُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْيَضَ [2] | (ترجمہ) سرخ و سپید دونوں خزانے مجھے عطا کر دیے گئے۔ |
| (ب) لَوْشِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيَ جِبَالُ الذَّهَبِ [3] | (ترجمہ) اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔ |

الغرض بہت سی آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور نبیوں کو بے اختیار نہیں بنایا ——— نبوت و رسالت خود اختیار و اقتدار کی دلیل ہے جس طرح حکومت و سیاست میں خلافت ———

## ساتویں عبارت

——— معلوم ہوا کہ انسان کتنا ہی ڈھیٹ

[1] القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ، ۸۹

[2] محمد ابو عبداللہ ولی الدین: مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۱۲

[3] ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب: مشکوٰۃ المصابیح جلد دوم ص ۵۲۱

بن جائے۔ کتنے ہی گناہوں میں ڈوب
جائے، سرتاپا بے حیا بن جائے، پرایا
مال ڈکارنے میں عار نہ سمجھے اور بُرائی
اور بھلائی میں تمیز نہ کرے مگر پھر بھی
شرک کرنے سے اور غیر اللہ کو ماننے سے
بہتر ہے[1]

اس اقتباس میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنے گنہ گار پیروؤں کی خوب مدافعت فرمائی ہے اور گنہ گاروں کی تقریبًا ساری اقسام گِنا دی ہیں، یقینًا یہ اقتباس ان کے متبعین کے لئے وجہ سکون وطمانیت ہو گا ——— غیر اللہ سے مدد لینے والا اور اس حدیث پاک پر عمل کرنے والا یا عباد اللہ اعینونی ایسا مشرک ہے، زمانے بھر کے گنہ گار جس کے پاسنگ بھی نہیں ——— پھر اس اقتباس میں غیر اللہ سے استعانت کا ذکر نہیں بلکہ "ماننے" کا ذکر ہے اور غیر اللہ کو مانے بغیر انسان مسلمان نہیں ہوتا ——— اور یہاں فرما رہے ہیں کہ ماننے سے مشرک ہوتا ہے ——— خدا جانے روا روی میں ایسی بات کیوں لکھ دی جو ان کے اپنے عقیدے میں داخل نہیں یعنی رسولوں اور فرشتوں کو ماننا جو غیر اللہ ہی ہیں ———

یہاں جملہ معترضہ کے طور پر ایک واقعہ نقل کرتا چلوں ——— مولوی اسمٰعیل کے مؤیدین اور متبعین کی مساجد میں خطبہ جمعہ سے قبل اور خطبہ جمعہ میں خطباء و ائمہ کا موضوع کفر و شرک ہی رہتا ہے ——— ضلع

---

[1] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۵۶

سفر پارکر (سندھ) میں شہر مٹھی میں راقم نے تین سال گزارے ــــــ وہاں جامع مسجد میں خطیب صاحب دو جمعہ مسلسل کفر و شرک پر بولتے رہے، جب تیسرے جمعہ بھی یہی تقریر فرمائی تو نمازِ جمعہ کے بعد خلوت و تنہائی میں راقم نے دریافت کیا کہ مسجد میں نمازی مسلمان تھے یا کافر و مشرک؟ ــــــ انہوں نے فرمایا کہ "مسلمان"! ــــــ راقم نے عرض کیا مگر مسلسل تین جمعوں سے تو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ مجمع کفار و مشرکین میں تقریر فرما رہے ہیں ــــــ اس پر وہ نادم ہوئے اور آئندہ جمعہ سے مغضوبوں کے بجائے محبوبوں کا ذکر کرنے لگے ــــــ قرآن میں کفار و مشرکین کا اس لئے ذکر ہے کہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو اس کے اولین مخاطب یہی لوگ تھے، اب ان آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرنا کھلی خیانت ہے اور دیدہ دلیری ہے ــــــ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و اقتدار کی بات چل نکلی تو یہ عرض کرتا چلوں کہ جب ہم یہ دیکھتے، سنتے اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختار ہیں تو گویا ہم اپنے قول و عمل سے یہ گواہی دے رہے ہیں کہ جب ان کے اختیار کا یہ عالم ہے تو اُس کے اختیار کا کیا عالم ہوگا جو مختارِ مطلق ہے! ــــــ وہ مظہرِ صفاتِ الٰہیہ ہیں، ان کی ذاتِ قدسی ہر صفت کی جلوہ گاہ ہے ــــــ صفات کا اقرار، ذات کے اقرار کے لئے لازمی ہے ــــــ جو صفات سے انکار کرتا ہے اسکی رسائی ذات تک نہیں ہو سکتی ــــــ جب یہ کہا جائے کہ اقتدارِ اعلیٰ صدرِ مملکت کے پاس ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مملکت کے سارے وزیر و امیر بے دست و پا ہیں بلکہ اقتدارِ اعلیٰ کا ایک مرکز پر مرکوز ہونا اس بات کی روشن علامت ہے کہ مملکت میں صاحبِ اختیار و

اقتدار حضرات بھی موجود ہیں، یہاں طوائف الملوکی نہیں ——— ایک نظام حکومت ہے ——— جو حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے اختیاری کی بات کرتے ہیں اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی آیات و احادیث تلاش کرتے ہیں، ان کو اپنے عمل پر نظر ثانی کرنی چاہیئے اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ ——— ایک مسلمان کو یہی کرنا چاہیئے؟ کیا خاروں میں گل تلاش کئے جاتے ہیں یا گلوں میں خار؟

ابو داؤد شریف میں یہ حدیث ہے کہ ایک دیہاتی صحابی دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کو شفیع بنانا چاہتے ہیں ——— آپ نے ازراہِ انکسار ارشاد فرمایا: ———

اللہ پاک کسی سے سفارش نہیں کراتا ہے[1]

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہے اور مجمع صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پر ایک روحانی کیفیت طاری ہو گئی ——— مگر مولوی اسمٰعیل نے اس کیفیت کو نہایت عجیب شکل میں پیش کیا ہے ——— وہ لکھتے ہیں ———

## آٹھویں عبارت

——— سبحان اللہ! اور تمام انسانوں میں سے

[1] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۷

افضل انسان، محبوب خدا احمد مجتبےٰ محمد
رسول صلعم (کذا) کی تو یہ حالت ہے کہ
ایک گنوار کے منہ سے ایک نامعقول بات
نکل گئی[1] تو آپ کے دہشت کے مارے
ہوش اڑ گئے۔[2]

اس موقع پر مولوی اسمٰعیل نے خلاف معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں احترام سے کام لیا اور یہ غالباً اس لئے کہ جو تلخ بات وہ کہنا چاہتے ہیں، نہ کھٹکے ــــــ مگر حسب معمول درود وسلام بھول گئے اور اشارہ پر ہی اکتفا کیا، بہر کیف اس اندازِ بیان کو علم معانی وبیان میں تاکیدُ الذم بما یُشبِہُ المدح کہہ سکتے ہیں یعنی مذمت کی تاکید ایسے الفاظ کے ذریعے کرنا جو بظاہر مدح معلوم ہوتے ہوں ــــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ظاہر میں شفیع بنانا مولوی اسمٰعیل کو اچھا نہیں معلوم ہوتا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف عالم ظاہر بلکہ عالم آخرت میں بھی گنہ گاروں کے شفیع ہیں ــــــ یہ ڈھکی چھپی بات نہیں، بالکل ظاہر وباہر ہے ــــــ عالم ظاہر میں شفاعت پر تو یہی ایک آیت کافی ہے: ــــــ

---

[1] معاذ اللہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع بنانا ایک "نامعقول بات" ہے خود قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا (بنی اسرائیل : ۷۹) یہاں مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہی ہے اسکے علاوہ آیت مذکورہ وَکَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ یَسۡتَفۡتِحُوۡنَ الخ اسی حقیقت پر دلالت کرتی ہے۔

[2] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیرالاخوان مطبوعہ لاہور، ص ۶۷ مسعود

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝[۱]

(ترجمہ) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول انکی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائیں۔

ایک حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عظمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ۝[۲]

(ترجمہ) قیامت کے دن میں انبیاء کا امام اور خطیب اور ان کا صاحب شفاعت ہوں گا اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔

ان تمام حقائق کے باوجود مولوی اسمٰعیل نے اپنے مطلب کی بات نکالی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کام کے لیے اللہ تعالٰی کے حضور شفیع بنانا "نامعقول بات" ہے (معاذ اللہ) ــــ پھر اگر نامعقول بات ہے تو ہوش اس کے اڑنے چاہئیں جو نامعقول بات کہے ــــ سننے والے کے ہوش اڑنا عجیب بات ہے اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوش ــــ قلب مسلم یہ سوچنے پر مجبور ہے

[۱] القرآن الحکیم، سورۃ النساء ۶۴

[۲] (ا) امام محمد بن عیسٰی: ترمذی شریف، جلد دوم، ص ۲۰۱

(ب) جلال الدین سیوطی: خصائص الکبریٰ، جلد دوم، فیصل آباد، ص ۲۲۴

کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ الفاظ استعمال کرنا کہ :-

"دہشت کے مارے ہوش اڑ گئے"

کھلی ہوئی بے باکی و گستاخی نہیں ؟ ——— حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوش تو اس وقت بھی قائم رہیں گے جب قیامت کی دہشت سے سب کے دل دہل رہے ہوں گے اور سب حیران و پریشان ہوں گے ——— آپ ہی دربار الٰہی میں سب سے پہلے حاضر ہوں گے ———

قرآن حکیم میں جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب پہاڑ پر تجلیاں جلوہ ریز ہوئیں تو اس کی تاب نہ لاکر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے ؎

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پر توصفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

اسی قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ لَقَدْ رَأٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی [1] آپ نے پروردگار کی بڑی بڑی تجلیاں اور نشانیاں دیکھیں مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی [2] بے ہوش ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔ آپ کی تو آنکھ بھی نہ جھپکی اور نظر بھی نہ بہکی :———

حیرت کی بات یہ ہے کہ جس صفحے پر مولوی اسمٰعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ ناشائستہ کلمات لکھے ہیں اسی صفحے پر

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۸

[2] القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۷

یہ شعر بھی لکھا ہے ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم گشت از فضل رب

اللہ اللہ! توفیقِ ادب کی التجا ہے اور بے ادبی ہوتی جا رہی ہے
سچ ہے ؎

بے ادب محروم گشت از فضل رب!

## نویں عبارت

— ایک حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے فرمایا: —

— یوں نہ کہو جو اللہ نے چاہا اور محمد نے چاہا بلکہ یوں کہو جس کو اللہ وحدہٗ لاشریک نے چاہا۔[1]

یہ کلمات ناتمام نقل کئے، اصل الفاظ یہ ہیں:

| | |
|---|---|
| لا تقولوا ما شاء اللّٰہ وشاء فلان ولکن قولوا ما شاء اللّٰہ ثم شاء فلان[2] | یہ نہ کہو جو اللہ نے چاہا اور فلاں نے چاہا بلکہ یوں کہو جو اللہ نے چاہا پھر فلاں نے چاہا۔ |

[1] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۹
[2] قطب الدین خاں: مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، لاہور ص ۵۱۰

اس حدیث شریف میں حضور تو حضور، غیر کی چاہت سے بھی اعراض نہیں کیا گیا۔ مگر چاہنے کا سلیقہ بتا دیا مگر مولوی اسمٰعیل دہلوی نے حدیث شریف کا صرف وہ حصّہ نقل کر کے جس سے ان کی مزعومہ بات ثابت ہوتی تھی یہ نتیجہ اخذ کیا :—

## دسویں عبارت

یعنی شانِ الوہیت میں کسی مخلوق کو
دخل نہیں، خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور کیسا ہی
مقرب کیوں نہ ہو مثلاً یوں نہ کہا جائے کہ
اللہ اور رسول چاہے گا تو کام ہو جائیگا
کیونکہ دنیا کا سارا کاروبار اللہ کے چاہنے
سے ہوتا ہے، رسول کے چاہنے سے
کچھ نہیں ہوتا [1]

تحویلِ قبلہ کا واقعہ رسول علیہ السلام کی چاہت کا ایک ادنیٰ معجزہ ہے۔ ایک چہرے کے پھرنے سے سارے عالم کے چہرے پھر گئے یہ کوئی معمولی بات ہے؟

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ [2]

(ترجمہ) ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں

[1] اسمٰعیل دہلوی : تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان مطبوعہ لاہور، ص ۴۹
[2] القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ ، ۱۴۴

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط

تمہاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا منہ پھیرو مسجد حرام کی طرف اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اس طرف کرو۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

اے نبی ہے شانِ عبدیت تیری ؎ تو جدھر ہے اُدھر خدائی ہے

ایک دوسری آیت میں اس چاہت کی مزید تشریح کی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے :۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ط [1]

(ترجمہ وتفہیم) جس قبلے کی طرف تمہاری نگاہِ کرم تھی ہم نے اس کو اس لئے قبلہ بنایا کہ یہ علانیہ ظاہر ہوجائے کہ کون تمہاری چاہت کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے تمہاری پیروی کرتا ہے اور کون اس چاہت کو ٹھکرا کر الٹے پاؤں پھرتا ہے۔

کیا خوب کہا ہے ؎

کعبہ کا کعبہ رخِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کو جس نے ٹھکرایا۔ اللہ تعالےٰ کے حضور وہ مردود ٹھہرا۔ اسی لئے خلیفہ ہارون الرشید کے دسترخوان پر جب کدو پک کر آیا ——— ایک صاحب نے کہا کہ "کدو" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا" دوسرے صاحب نے کہا" لیکن مجھے پسند نہیں" ——— اس کا اتنا کہنا تھا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے

[1] القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ، ۱۴۳

سر قلم کرنے کے لیے تلوار کھینچ لی اور جب تک اس نے توبہ نہ کر لی، اس کو نہ چھوڑا ـــــ محبت کے معاملے بہت نازک ہوتے ہیں، محبت جیسی کوئی چیز نازک نہیں ـــــ اسی لیے کہا ہے ـــــ

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کی کیا بات، ارشاد ہوتا ہے:

لَوْ شِئْتُ لَاَجْرَی اللّٰہُ مَعِیَ جِبَالَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ[1] | (ترجمہ) اگر میں چاہتا تو خدا میرے ساتھ سونے چاندی کے پہاڑ رواں کر دیتا۔

اللہ اکبر! چاہت کی یہ شان اور پھر بھی مولوی اسمٰعیل دہلوی یہ فرمائیں: ـــــ

"رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا"[2] (معاذ اللہ)

## گیارہویں عبارت

مسند احمد کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اونٹ آیا ـــــ اور اس نے آپ کو سجدہ کیا یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آرزو کی سجدہ کا اظہار کیا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ـــــ

"اپنے رب کی عبادت کرو، اپنے بھائی کی تعظیم کرو"

---

[1] جلال الدین سیوطی: خصائص الکبریٰ، جلد دوم مطبوعہ فیصل آباد، ص ۱۹۵
[2] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۹

اس حدیث شریف سے مترشح ہوتا ہے کہ سجدہ رب تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے البتہ بزرگوں کی عزت اور احترام لازم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہِ انکسار فرمایا :

"اپنے بھائی کی تعظیم کیا کرو۔"

مولوی اسمٰعیل نے حسب معمول ان منکسرانہ الفاظ کو حقیقت پر محمول کر کے جو نتیجہ نکالا وہ یہ ہے :

## بارہویں عبارت

یعنی تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں جو بہت بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کرو باقی سب کا مالک اللہ ہے، عبادت اسی کی کرنی چاہیئے۔ معلوم ہوا کہ جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں، خواہ انبیا رہوں اولیار ہوں وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوئے۔ [1]

[1] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، ص ۱۷

حدیث شریف میں صرف "بھائی" کا ذکر ہے، چھوٹے بڑے کا نہیں۔ مولوی اسمٰعیل نے لفظ "بھائی" کو حقیقت پر محمول کر کے اس کی تقسیم کی اور "چھوٹے بڑے بھائی" کا بزعم خود تعین کیا۔ اس کے علاوہ حدیث شریف میں "بے بسی" کا کوئی ذکر نہیں لیکن چونکہ مولوی اسمٰعیل انبیاء و اولیاء کو بے بس دیکھنا چاہتے ہیں اسلئے یہ بات اپنے دل سے نکال لی۔

مولوی اسمٰعیل کی تشریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ "بڑے بھائی" کا درجہ دینے کے لئے تیار ہیں اس سے زیادہ نہیں، حالانکہ قرآن حکیم بھائی تو بھائی آپ کو باپ کہنے کی بھی نفی کر رہا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

| | |
|---|---|
| مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط ۱ | (ترجمہ) محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ |

بلکہ اس سے بھی زیادہ:

| | |
|---|---|
| اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ط ۲ | (ترجمہ) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اسکی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔ |

جو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم باپ سے زیادہ عزیز ہو اور جان سے زیادہ مالک و محبوب ہو اس کو "بڑا بھائی" کہنا کس قدر جرأت و

---

۱ القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۴۰

۲ القرآن الحکیم سورۃ الاحزاب، ۶

بے باکی کی بات ہے ؛ ـــــ
تذکیرالاخوان مولوی اسمٰعیل سے منسوب کی جاتی ہے اس میں سورۃ الحجرات کی ایک آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؛ ـــــ

## تیرہویں عبارت

ـــــ یعنی طاقتور مسلمان "بڑا بھائی" اور کمزور مسلمان" چھوٹا بھائی" ہے اور غیر مسلم بھائی ہے ہی نہیں. پھر بادشاہ ہو یا امیر، حاکم ہو یا وزیر، مولوی ہو یا مفتی مشائخ ہو یا پیر اور امیر یا فقیر بھائی سے زیادہ کسی کی حقیقت نہیں ـــــ جب مسلمان کے لئے یہ بات ہے تو کافروں کو تو گدھوں، کتوں یا چوڑے چماروں کی طرح سمجھنا چاہیئے۔[1]

اس اقتباس سے تو یہ معلوم ہوا کہ انبیاء و صلحاء "بڑے بھائی" بھی نہیں" بلکہ "چھوٹے بھائی ہیں کیونکہ مولوی اسمٰعیل کے نزدیک وہ کمزور ہیں اور معاذ اللہ "سب کے سب اللہ کے بے بس بندے" ـــــ اگر ان اقتباسات پر زیادہ غور و فکر فرمائیں تو اور تلخ حقائق سامنے آتے ہیں ـــــ

[1] اسمٰعیل، دہلوی : تقویۃ الایمان مع تذکیرالاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۶۸

پچھلے بہت سے اقتباسات میں انبیاء واولیاء کو اللہ کی شان کے آگے (معاذاللہ) چمار ہی نہیں چمار سے زیادہ ذلیل کہہ آئے ہیں اور اب یہ کہہ رہے ہیں کہ کافروں کو چوڑے چماروں کی طرح سمجھنا چاہیئے، تو معاذ اللہ کفار ومشرکین، انبیاء واولیاء سے ایک درجہ اوپر ہوئے کیوں کہ کفار چمار کی طرح اور وہ معاذاللہ چمار سے زیادہ ذلیل ——— اور بقول مولوی اسمٰعیل، کافر بھائی ہے ہی نہیں تو معاذاللہ جو ان سے نیچے درجے پر ہوا وہ کیسے بھائی ہوا؟ ——— اس قسم کا اظہارِ خیال تو دورِ جدید کے کسی غیر مسلم نے بھی نہ کیا ——— ان کلمات کو سنکر غیر مسلموں کے سامنے ہماری نگاہیں جھک جاتی ہیں ——— افسوس صد افسوس یہ کیا لکھدیا ! ———

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تو یہ فرماتے ہیں : ———

| | |
|---|---|
| اِنَّ اللّٰہَ فَضَّلَ مُحَمَّدًا عَلَی الْاَنْبِیَاءِ وَعَلٰی اَھْلِ السَّمَاءِ[1] | (ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان والوں اور کل نبیوں پر فضیلت دی۔ |

اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں : ———

| | |
|---|---|
| اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَی اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ[2] | (ترجمہ) میں اللہ کے نزدیک اوّلین و آخرین سے بہتر ہوں اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا ! |

اور قرآن حکیم نے جو آپ سے الفت ومحبت کا معیار رکھا ہے وہ ہرگز معاشرے کے کسی "بڑے بھائی" کے لئے نہیں رکھا جاتا،

[1] محمد ابو عبداللہ ولی الدین : مشکوٰۃ المصابیح : باب فضائل سیدالمرسلین، فصل ثالث
[2] ایضاً ، ص ۵۱۴

غور کرو، خوب غور کرو، ——— ارشاد ہوتا ہے :———

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ ——— الخ[1]

(ترجمہ) آپ فرما دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ الخ

اور اسی آیت کی تشریح و تفسیر مزید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے :———

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ[2]

(ترجمہ) تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اور ایک حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے کہ ایمان کی حلاوت اس کو ملے گی ———

مَنْ کَانَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا[3]

(ترجمہ) جس شخص کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول تمام ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۲۴ (یہ آیت پیچھے آچکی ہے)

[2] محمد بن اسمٰعیل : بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۸، حدیث ۱۴

[3] بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۱۴، حدیث ۲

یقیناً یہ کوئی عظیم شخصیت ہے جس سے محبت کے لئے اس قدر فدا کارانہ اور جاں نثارانہ جذبے کی ضرورت ہے ــــ ہاں یہ اتنی عظیم ہے جس کا تعارف خود خدا کر رہا ہے ــــ ارشاد ہوتا ہے :-

وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَ أَهْلَهَا لِأُعَرِّفَهُمْ كَرَامَتَكَ وَ مَنْزِلَتَكَ عِنْدِيْ لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا۔[1]

(ترجمہ) میں نے دنیا اور مخلوقات دنیا اس لیے بنائی کہ میری بارگاہ میں جو تمہاری عزت و منزلت ہے ان پر ظاہر کروں اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا نہ بناتا۔

غور کرو، دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزاء ــــ دار الجزاء کا دار و مدار دار العمل پر ہے۔ جب دار العمل ہی نہیں تو دار الجزاء کیسا اس حدیث کا اب یہ ترجمہ ہوگا کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا و آخرت پیدا نہ کرتا۔ چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے :

لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا أَرْضًا وَلَا سَمَاءً[2]

(ترجمہ) اے آدم! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو نہ میں تجھے پیدا کرتا اور نہ آسمان و زمین کو بناتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلال رسالت لئے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرما رہے ہیں :ــــ

(۱) يَا عُمَرُ أَ تَدْرِيْ مَنْ أَنَا؟ أَنَا الَّذِيْ بَعَثَنِيْ

(ترجمہ) اے عمر تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ ــــ میں وہ ہوں جس کو

---

[1] احمد زینی الدحلان مکی: السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ علی حاشیۂ سیرت الحلبیہ بیروت، ص ۷ (بروایت ابن عساکر)

[2] احمد زینی الدحلان مکی: السیرۃ النبویہ الآثار المحمدیہ علی حاشیہ سیرت الحلبیہ، بیروت، ص ۵

| | |
|---|---|
| اللّٰهُ فِي التَّوْرَاةِ لِمُوْسٰى وَفِي الْإِنْجِيْلِ لِعِيْسٰى وَفِي الزَّبُوْرِ لِدَاوُدَ وَلَا فَخْرَ [1] | اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے لئے تورات میں مبعوث فرمایا، عیسیٰ کے لئے انجیل میں اور داؤد کے لئے زبور میں مبعوث فرمایا ـــــ اور اس پر مجھے کوئی غرور نہیں ـــ |
| (ب) يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنْ أَنَا؟ أَنَا اسْمِي فِي التَّوْرَاةِ أَحْيَدُ وَفِي الْإِنْجِيْلِ أَنْبَانُ قَلِيْطُ وَفِي الزَّبُوْرِ حَمْيَاطَا وَفِي صُحُفِ إِبْرَاهِيْمَ طَابَ طَابَ [2] | (ترجمہ) اے عمر! تم کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟ ـــ میں وہ ہوں جس کا نام تورات میں "احید" ہے اور انجیل میں "بارقلیط" ہے، زبور میں "حمیاطا" ہے اور صحف ابراہیم میں "طاب طاب" ـــ |

کیا ایسی عزت والے اور ایسی منزلت والے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے یہ خیال بھی کیا جا سکتا ہے کہ وہ ہمارے "بڑے بھائی" کی طرح ہیں اور اللہ کے بے بس بندے ہیں؟ ـــ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں ـــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کا عالم اس آیت شریفہ سے ظاہر و باہر ہے ـــ

ارشاد ہوتا ہے: ـــ

| | |
|---|---|
| وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوْا مَا آتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا | (ترجمہ) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ اور اسکے رسول کے دئیے پر راضی |

[1] علی بن برہان الدین الحلبی: سیرت حلبیہ، مطبوعہ مصر، ص ۲۴۳

[2] ایضاً

حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝ [1]

ہوتے اور کہتے خدا کافی ہے۔ اب ہمیں دیتا ہے خدا اور اس کا رسول اپنے فضل سے، ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

مولوی اسمٰعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور رب تعالیٰ کے درمیان جو حدِ فاصل کھینچی ہے خود رب تعالیٰ نے اس کو مٹا دیا اور اپنے ساتھ اپنے محبوب کا ذکر کر کے اس خیال کو باطل کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سامنے بے بس ہیں ــــ نہیں بلکہ وہ تو اپنی معیت میں انہیں مختار بتا رہا ہے۔

اسی طرح بخاری شریف میں ہے: ــــــ

اِنَّهٗ كَانَ فَقِيْرًا فَاَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ [2]

(ترجمہ) (ابن جمیل) فقیر تھا، اللہ اور اس کے رسول نے اس کو غنی کر دیا۔

وہ بے بس کیسے ہو سکتا ہے جو دوسروں کو بھی غنی بنا دے!

ــــــ ذرا غور تو کریں! ــــــ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "بڑا بھائی" کہنے میں مذہبی اور روحانی خطرات تو ہیں ہی مگر اس میں بہت سے نفسیاتی اور سیاسی خطرات بھی ہیں ــــــ

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۵۹

[2] محمد بن اسمٰعیل البخاری: صحیح البخاری، جلد اوّل، باب قول اللہ وفی الرقاب والغارمین، مطبوعہ قصور، ص ۱۹۸

ہر انقلاب برپا کرنے کے لئے کسی نہ کسی شخصیت سے ایسی چپیدگی اور پیوستگی ضروری ہے۔ جس میں فداکاری اور جاں نثاری کے تمام عناصر موجود ہوں، اگر یہ والہانہ تعلق نہیں تو کوئی انقلاب برپا نہیں ہو سکتا ـــــ تاریخ عالم پر نظر ڈالئے، آپ کو یہی کچھ دکھائی دے گا ـــــ گزشتہ نصف صدی میں ہندوستان، پاکستان، روس، چین، ویت نام وغیرہ میں ایسی شخصیتیں ابھریں جن سے قوم نے اپنے فداکارانہ تعلق کا مظاہرہ کیا اور انقلابات آئے ـــــ تو جب علاقائی انقلابات کے لئے قوم کا شخصیتوں سے ایسا والہانہ تعلق ضروری ہے تو غور کریں کہ جس ذات قدسی نے سارے عالم کو متاثر کیا اور ایک عظیم انقلاب برپا کیا اس سے کس کمال کی پیوستگی ضروری ہوگی؟ ـــــ دنیا میں اسلامی انقلاب کا سب سے بڑا محرک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملت اسلامیہ کا یہی جاں نثارانہ تعلق ہے جو مطلوب و مقصود قرآن ہے ـــــ مولوی اسمٰعیل نے تقریباً ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء کے لگ بھگ "بڑے بھائی" کا نعرہ لگایا اور اس تعلق کو کمزور کیا جو سیاسی قوت کی جان ہے تو کیا ہوا؟ بالاکوٹ میں شکست ہوئی پھر سقوط دہلی کا سانحہ پیش آیا اور عملاً ہندوستان ہاتھ سے چلا گیا، سلطنتِ عثمانیہ پر زوال آیا ـــــ الغرض اس نعرے نے اسلامی ساکھ پر ضرب کاری لگائی ـــــ اور جب وہی قرآنی نعرہ لگایا گیا اور سب کو محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی طرف بلایا تو دنیا نے دیکھا کہ سینۂ گیتی پر ایک عظیم سلطنت پاکستان ابھری تھی اور جب اس جذبۂ عشق کو دبا دیا تو یہی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور ایک ہمہ گیر انتشار

پیدا ہوگیا جو اسی وقت ختم ہوا جب غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم سینہ سپر ہو کر میدان میں آئے اور پھر دنیا نے دیکھا کہ ایک تعمیری انقلاب آیا ـــــــ تو ان تمام شواہد کو سامنے رکھتے ہوئے دل خود بخود گواہی دیتا ہے کہ سیاست و حکومت کی بقا اور استحکام کے لئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ اور جاں نثارانہ عشق و محبت لازمی ہے ؏

دہر میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اجالا کر دے

## چودہویں عبارت



بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ انکسار فرمایا :ـــــــ

ـــــ میں تو محض اس کا بندہ ہی ہوں تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔[۱]

مولوی اسمٰعیل نے حسب معمول اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے : ـــــ

ـــــ مگر بشر رسول بن کر بھی بشر ہی رہتا ہے بندہ ہونا ہی اس کے لئے سبب فخر ہے نبی بن کر بشر میں خدائی شان نہیں آ جاتی اور خدا کی ذات میں نہیں مل جاتا بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔[۲]

[۱] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۴۳
[۲] ایضاً، ص ۴۳

یہ بات مولوی اسمٰعیل کو خدا سے کہنی چاہیئے کہ "بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو"، کیونکہ خدا نے قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قربت و محبت کا اظہار فرمایا ہے اس کو دیکھ کر تو یہ شعر زبان پر آتا ہے ؎

تم ذات خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے، تم کون ہو کیا ہو

ایک حدیث شریف میں خود ارشاد فرمایا کہ:

| | |
|---|---|
| یَآ اَبَا بَکْرٍ وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ لَمْ یَعْلَمْنِیْ حَقِیْقَۃً غَیْرُ رَبِّیْ[1] | (ترجمہ) اے ابو بکر! قسم ہے اسکی جس نے سچائی کے ساتھ مجھے بھیجا میری حقیقت سوائے میرے پروردگار کے کسی نے نہ جانی۔ |

ہم کون ان کے مقام کا تعین کرنے والے؟ —— خداوند تعالٰے نے اپنی اور اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے لئے دوہرا معیار نہیں رکھا، ایک ہی معیار رکھا —— بشر کو بشر کے مقام پر رکھنے کا تقاضا یہ تھا کہ خدا اور بندے کے لئے محبت کے الگ الگ معیار ہوتے، لیکن نہیں، ایسا نہیں کیا گیا —— بلکہ قرآن کریم میں جہاں اپنی محبت کو دنیا جہان کی محبت سے بالاتر رکھنے کا حکم دیا، وہاں یہی حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی دیا اور اپنی محبت کی طرح آپ کی محبت کو بھی دنیا جہان کی محبت سے بالاتر قرار دیا اور صاف صاف فرما دیا کہ اگر تم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسی محبت نہیں کر سکتے تو عذاب الٰہی کا انتظار کرو! ——

---

[1] محمد المهدی الفاسی: مطالع المسرات، فیصل آباد، ص ۱۲۹

یہ جو مولوی اسمٰعیل نے کہا کہ "بندہ ہونا ہی اس کے لئے سبب فخر ہے"۔ —— یہ خوب نہ فرمایا کہ بندے تو ہم بھی ہیں، یہ فخر تو ہم سب کو حاصل ہے پھر امتی اور رسول کا امتیاز کیا ہے؟ —— کم از کم اقبالؔ والی بات کہہ دی ہوتی —— وہ کہتا ہے کہ بندے تو سب ہی ہیں مگر "بندہ" ہونے اور "اُس کا بندہ" ہونے میں بڑا فرق ہے ——

| | |
|---|---|
| سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ[1] | (ترجمہ) پاکی اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ |
| فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی[2] | (ترجمہ) پس وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ |

سبحان اللہ، سبحان اللہ! اس سے

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر
ما سراپا انتظار او منتظر
(اقبالؔ)

وہ کہتا ہے کہ ہم جیسے بندوں کا تو حال یہ ہے کہ ہم رحمت باری کا انتظار کر رہے ہیں اور اُن کا حال یہ ہے کہ رحمت باری اُن کا انتظار کر رہی ہے —— سبحان اللہ! ——

انتظار کا عالم یہ ہے کہ ارشاد ہو رہا ہے: ——

| | |
|---|---|
| اِنَّ الْجَنَّۃَ حَرَامٌ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ حَتّٰی تَدْخُلَھَا یَا مُحَمَّدُ وَ عَلَی الْاُمَمِ حَتّٰی تَدْخُلَھَا | (ترجمہ) اے محمد جب تک جنت میں آپ داخل نہ ہوں گے تمام نبیوں پر جنت کا داخلہ قطعاً بند رہے گا اور |

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ بنی اسرائیل، ۱

[2] القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۰

ء اُمّتک کے لیے[1] | جب تک آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے گی ساری امتوں کا داخلہ بند رہے گا۔

مولوی اسمٰعیل نے کہا کہ "بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو" خدا سے نہ ملاؤ! ——— مگر قرآن حکیم جگہ جگہ کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا سے ملا رہا ہے ——— سنو: ———

(۱) اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ[2] | (ترجمہ) اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے انہیں غنی کر دیا۔

(ب) وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ[3] | (ترجمہ) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو دیا۔

(ج) اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ[4] | (ترجمہ) بے شک اللہ اور اس کا رسول تمہارا مددگار ہے۔

بہت سی آیات ہیں، کہاں تک عرض کیا جائے ——— ہاں ایک حدیث پاک ضرور سماعت فرمائیں، جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بلندی پر پہنچایا کہ عقل کے پر جل گئے ——— سنیئے: ———

---

[1] علی بن برہان الدین الحلبی: سیرت حلبیہ، مطبوعہ مصر، ص ۴۳۲

[2] القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۷۴

[3] القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۵۹

[4] القرآن الحکیم، سورۃ المآئدۃ، ۵۵

إِنَّ مُحَمَّدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى كُرْسِيِّ الرَّبِّ بَيْنَ يَدَيِ الرَّبِّ [1]

(ترجمہ) بے شک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اپنے رب کے حضور اس کی کرسی پر جلوہ افروز ہوں گے۔

اب کس کی جرأت ہے جو خدا سے یہ کہے کہ تو نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سامنے اپنی کرسی پر کیوں بٹھایا، یہ تو بشر ہیں، ان کو بشر ہی کے مقام پر رکھ؟ ——

## پندرہویں عبارت

ایک حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے مولوی اسمٰعیل لکھتے ہیں:

پہلے معنی کے لحاظ سے ایک چیونٹی
کا سردار بھی آپ کو نہ مانا جائے کیونکہ
آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی
تصرّف کے مختار نہیں [2]

ایسے الفاظ لکھتے ہوئے دل لرزتا ہے اور قلم کانپتا ہے نہ معلوم مولوی اسمٰعیل نے کس دل سے یہ باتیں لکھ دیں!

حدیث شریف میں آتا ہے: ——

أُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ | (ترجمہ) میرے ہاتھ میں سرخ و

---

[1] محمد بن جریر طبری: جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۱۵ ص ۱۰۰

[2] مولوی اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور ص ۷۶

وَالْاَبْیَضَ[1] | اسپید دونوں خزانے دیدیے گئے۔

جب کونین کے خزانے دے دئیے گئے تو اب یہ کہنا کہاں صحیح ہوگا کہ آپ کو اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف کا اختیار نہیں (معاذاللہ ثم معاذاللہ) ــــ جب مختار بنا دیا گیا تو پھر مجبوری کی بات کرنا معقول بات نہیں ــــ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت وجلالت کا یہ عالم ہے کہ درندے تک نام نامی سنکر غلاموں کی رہنمائی کرتے ہیں ــــ

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرزمین روم میں لشکر سے بچھڑ گئے تلاش کرتے پھر رہے تھے کہ جنگل سے شیر نمودار ہوا ــــ آپ نے بے ساختہ فرمایا: ــــ

یَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ[2] | (ترجمہ) اے شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔

یہ سننا تھا کہ شیر قدموں پر جھک گیا اور آپ کی رہنمائی کی یہاں تک کہ آپ لشکر سے مل گئے ــــ کیا کسی مجبور انسان کی بھرو بر پر اس طرح حکومت ہوسکتی ہے؟ ــــ

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب ہرقل روم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مبارک سنے تو بے ساختہ پکار اٹھا:

---

[1] محمد ابو عبداللہ ولی الدین: مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین، دہلی ۱۹۳۲ء ص ۵۱۲

[2] ابونعیم الاصبہانی: حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ بیروت جلد اول، ص ۳۶۹

| | |
|---|---|
| فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ[1] | (ترجمہ) عنقریب وہ میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کے (یعنی تخت و تاج کے) مالک ہوں گے۔ |

اور اسی حدیث میں آیا ہے کہ ہرقل روم نے برملا کہا:—

| | |
|---|---|
| هٰذَا مَلِكُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ[2] | (ترجمہ) یہی اس زمانے کے لوگوں کا بادشاہ ہے جو ظاہر ہو گیا۔ |

جو بات غیر مسلم ہوتے ہوئے ہرقل روم پا گیا افسوس وہ بات "ایک عالم" ہوتے ہوئے صاحب تقویۃ الایمان نے نہ پائی — اب تاویل کرنے والا یہ تاویل کرتا رہے کہ ان کا مقصد اُس اختیار و اقتدار کی نفی کرنا تھا جو صرف حق جل مجدہ سے وابستہ ہے — مگر سوال کرنے والا سوال کر سکتا ہے کہ آخر اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اور اس بے ڈھنگے طریقے سے اس حقیقت کا اظہار کیوں فرمایا جس سے سراسر تنقیص رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی بُو آرہی ہے — ؟

— کسی وزیر اعظم کو کوئی بادشاہ اختیار و اقتدار دے اور اس کی رعیت میں سے اٹھ کر کوئی یہ کہنے لگے "اے وزیر اعظم! تیری کیا حقیقت ہے، تجھے تو ایک چیونٹی میں بھی تصرف کا اختیار نہیں، جو کچھ تجھے اختیار ملا ہے وہ تو بادشاہ نے دیا ہے" — مگر کسی کی جرأت نہیں جو یہ بات وزیر اعظم سے کہے اور اگر کہے گا تو ہر درباری اسے گستاخ ہی سمجھے گا حالانکہ جو کچھ اس نے کہا تھا غلط نہ تھا —

[1] محمد بن اسماعیل البخاری: صحیح البخاری، کتاب الوحی، باب نمبر ۱، حدیث ۶،

[2] بخاری شریف، کتاب الوحی، باب نمبر ۱، حدیث نمبر ۶

تو غور کریں کہاں وہ دنیوی وزیر اور کہاں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی جناب عالی؟ ــــــ

## ــــــ سولہویں عبارت ــــــ

ایک حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے مولوی اسمٰعیل جبروتی انداز میں اپنے مزعومات کو اس طرح ثابت کرتے ہیں: ــــــ

> ــــ میرا نام محمد ہے، میں خالق یا رازق نہیں، میں عام لوگوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہوا ہوں اور میرا شرف بندہ ہونے میں ہے، البتہ عوام میں اس بات سے جدا ہوں کہ میں اللہ کے احکام کو جانتا ہوں۔ لوگ نہیں جانتے۔ لہٰذا انہیں مجھ سے اللہ کا دین سیکھنا چاہئے[1]



رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغی جماعت کا امیر بنا کر پیش کرنا کتنی بڑی جرأت ہے اور اہل دل کے لئے کس قدر تکلیف دہ ــــ کم از کم حدیث شریف کی شرح لکھتے وقت نام محمد کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیتے ــــ مگر غیظ وغضب میں یہ باتیں بھول گئیں ــــ ثابت یہ کرنا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک عام انسان کی طرح ہیں، خاص اس لئے ہو گئے کہ وہ احکام الٰہی جانتے تھے اور

[1] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۷۸

لوگ نہ جانتے تھے، اس سے تو یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ہر عالم دین مقام رسالت پر فائز ہے (معاذ اللہ) ـــــ اسی انداز فکر نے دعوئ نبوت کے لئے راہ ہموار کر دی اور اب بھی بعض طلبا تک میں یہ انانیت موجود ہے ـــــ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت کو ان کے سینے میں جگہ دے۔ آمین! ـــــ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت علمی کا اندازہ تو اس حدیث شریف سے ہوتا ہے جس میں آپ نے فرمایا: ـــــ

| | |
|---|---|
| اِنَّ اَتْقَاکُمْ وَاَعْلَمَکُمْ بِاللّٰہِ اَنَا[1] | (ترجمہ) بے شک تم میں سب سے زیادہ احکام الٰہی کا پاسدار اور ذات الٰہی کا جاننے والا میں ہوں۔ |

اس کی عظمت کا کیا ٹھکانا جو نوع انسانی میں سب سے زیادہ ذات الٰہی کا عرفان رکھتا ہو ـــــ کیا ایسی عظیم شخصیت کا اسی طرح تعارف کرانا چاہئے تھا جس طرح صاحب تقویۃ الایمان نے کرایا ہے؟ ـــــ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حد درجہ عجز و انکسار تھا، چنانچہ امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے شمائل ترمذی شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کے باب میں اس قسم کی احادیث کا ذکر کیا ہے جس قسم کی احادیث سے مولوی اسمٰعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج عالیہ گھٹانے کی کوشش کی ہے ـــــ کسی کے تواضع و انکسار سے

---

[1] بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۱۴، حدیث

اس کی کمتری پر استدلال کوئی معقول بات نہیں۔ مثلاً تواضع میں کوئی عالم یہ کہے کہ "فقیر کسی لائق نہیں" تو کوئی معقول آدمی اس عالم کو جاہل ونا لائق نہیں کہہ سکتا ــــ تواضع وانکسار، اسلامی تہذیب کا ایک حصہ ہے، مغربی تہذیب میں جس کا نام و نشان نہیں ــــ احادیث کی تشریح کرتے وقت اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہیئے ــــ

## تأثرات و تمیزات

○ ــــ آپ سن چکے، کہنے والے نے دبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب وسوال کرنا ایسا ہے جیسے کوئی تاج شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے (معاذ اللہ)

○ ــــ آپ سن چکے، کہنے والے نے دبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) جس نے رسول علیہ التحیۃ والتسلیم کو پکارا اس نے بھنگی اور چمار کو پکارا۔ (معاذ اللہ)

○ ــــ آپ سن چکے، کہنے والے نے دبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے سامنے ذرّے سے بھی کم تر اور چمار سے زیادہ ذلیل ہیں ــــ (معاذ اللہ)

○ ــــ آپ سن چکے کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ (معاذ اللہ) جس کا نام محمد یا علی ہے اس کو کسی چیز کا اختیار نہیں۔

○ —— آپ سن چکے، کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ (معاذ اللہ) دو عالم کے تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے دہشت کے مارے ہوش اڑ گئے۔

○ —— آپ سن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

○ —— آپ سن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ (معاذ اللہ) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بے بس بندے اور ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ (معاذ اللہ)

○ —— آپ سن چکے، کہنے والے نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔

○ —— آپ سن چکے، کہنے والے نے توحید کے پردے میں یہ کہا کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چیونٹی کے بھی سردار نہیں —— آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف کے مختار نہیں۔ (معاذ اللہ)

○ —— آپ سن چکے، کہنے والے نے یہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام لوگوں کی طرح اپنے باپ سے پیدا ہوئے اور ان کو عوام پر صرف اس لئے برتری حاصل ہے کہ وہ اللہ کے احکام جانتے تھے اور لوگ نہ جانتے تھے۔ (معاذ اللہ)

آپ نے اہانت و گستاخی کے خارزاروں کو دیکھا جہاں اہل محبت کے قدم لڑکھڑاتے ہیں —— جہاں الفاظ کی پکاروں اور معانی کی آہوں سے کلیجہ منہ کو آتا ہے اور سینے شق ہوئے جاتے ہیں ——

اللہ اللہ ــــ کیسی کیسی باتیں کہدیں! ــــ حریم عشق میں کہرام مچا ہوا ہے ــــ آنکھیں اشکبار ہیں ــــ دل فگار ہیں ــــ کوئی تو ان محبت کے ماروں کی خبر لے! ــــ کوئی تو ان کی آہیں سنے! ــــ کوئی تو ان کے نالے سنے! ــــ ہاں یہ کس نے قیامت ڈھائی ہے؟ ــــ ہاں یہ کس نے دل دُکھایا ہے؟ ــــ ہاں یہ کس نے چرکا لگایا ہے؟ ــــ ہاں کسی کا نام نہ لو ــــ ؏

آہوں سے شرارے اٹھتے ہیں آنکھوں سے دریا بہتے ہیں

حریم عشق میں آگ لگائی تھی ــــ بجھانے والوں نے بجھادی تھی ــــ مگر پھر لگائی جارہی ہے ــــ محبت والو! گھر کی خبر لو ــــ ہاں اس کو اُجڑنے نہ دینا ــــ یہ اجڑ گیا تو جہان اُجڑ گیا ؎

رونقِ ہستی ہے عشقِ خانہ ویراں ساز سے
انجمن بے شمع ہے گر برق خرمن میں نہیں

درس محبت لینا ہے تو صحابہ سے لو ــــ "عشق خانہ ویراں ساز" نے ان سے ان کے بزرگوں، عزیزوں اور پیاروں کو چھڑایا ــــ ہاں ان کے جگر کے ٹکڑوں کو چھڑایا ــــ اور انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول، دو جہاں کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی خاطر سب کو چھوڑ دیا ــــ ہاں وہ پاسدارِ ناموسِ مصطفےٰ تھے ــــ تم اسی محبت کی پرورش کرنا ــــ ہاں اُسی محبت کی جو این وآں سے بے نیاز کردیا کرتی ہے ؎

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو ؛ عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی

عقل کے ماروں نے دنیا کو تباہی کے کنارے لا کھڑا کیا ـــــــ اب عشق والوں کی باری ہے کہ یہی ڈوبتوں کو نکالتے ہیں ـــــــ یہی مردہ تنوں میں روحیں پھونکتے ہیں ـــــــ یہی خزاں میں بہاریں لاتے ہیں ـــــــ آؤ، آؤ دلوں کو آباد کریں! ـــــــ آؤ آؤ خزاں رسیدہ گلشنوں کو شاداب کریں! ـــــــ آؤ آؤ محبت والوں کی دل داری کریں کہ دل دکھانے والوں نے ان کا بہت دل دکھایا ہے ـــــــ

یاد رکھو رب العالمین اور عالمین کے محبوب و ممدوح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ـــــــ جہان کی ساری محبتیں، ساری عقیدتیں، ساری الفتیں اس ایک در پر قربان ہونے کے لائق ہیں ـــــــ یہی وہ در ہے جہاں خالق کائنات کی طرف سے درود و سلام کے گجرے چلے آرہے ہیں ـــــــ یہی وہ در ہے جہاں فرشتے درود و سلام کی سوغاتیں لا رہے ہیں ـــــــ یہی وہ در ہے جہاں کائنات کے گوشے گوشے سے درود و سلام کے تحفے چلے آرہے ہیں ـــــــ ہاں یہ در نہیں تو کچھ بھی نہیں ـــــــ اس در کی سرخروئی ہر در کی سرخروئی ہے ـــــــ

دیکھئے دیکھئے یہ ابو طالب کیا عرض کر رہے ہیں! جیسے سرکار کی خواہش پر جناب علی مرتضیٰ بصد شوق پیش کر رہے ہیں ـــــــ

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ ۔ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ[1]

(ترجمہ) وہ گورے رنگ والے کہ انکے منہ کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے یتیموں کے جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان۔

[1] یوسف بن اسمٰعیل نبھانی: شواہد الحق، مصر، ص ۱۶۵ ـــ و البیہقی فی دلائل النبوۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صالح کما افادہ العلامۃ ابن حجر العسقلانی ۱۲ م

اور سنئے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا فرما رہی ہیں : ـــــــــ

| (ترجمہ) احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بندوں کے بادشاہ بندوں کے والی اور بندوں کے پروردگار نے درود و سلام بھیجا ہے۔ | فَصَلّٰی الْمَلِیْکُ وَلِیُّ الْعِبَادِ<br>وَرَبُّ الْعِبَادِ عَلٰی اَحْمَدٖ |
| --- | --- |
| (ترجمہ) اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم رءوف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیج رہے ہیں ؎ | اللہ اللہ ! ـــــــــ<br>اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ۭ[1] |

کعبہ کا کعبہ روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ایک آیت ہدایت کے لئے کافی ہے ـــــــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی ساری تقریریں ایک طرف اور یہ آیت ایک طرف ـــــــــ اس نکتہ کو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سمجھا اور ہم کو سمجھایا ـــــــــ کاش ہماری سمجھ میں آجائے ـــــــــ !

اور دیکھئے بلبل چمنستانِ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کیا فرما رہے ہیں : ـــــــــ

فَاَمْسٰی سِرَاجًا مُّسْتَنِیْرًا وَّھَادِیًا
یَلُوْحُ کَمَا لَاحَ الصَّقِیْلُ الْمُھَنَّدُ

[1] القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۵۶

(ترجمہ) وہ روشن چراغ اور ہادی بن کر تشریف لائے اس طرح چمکتے ہیں جس طرح چمکائی ہوئی تلوار چمکے۔

| | |
|---|---|
| مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ[۱] <br> لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٖ | (ترجمہ) میں نے اپنے کلام سے آپ کی تعریف نہیں کی بلکہ اپنے کلام کو آپ کے نام پاک سے سنوارا ہے۔ |
| (ج) <br> وَاَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ <br> وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ <br> خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ <br> کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ[۳] | (ترجمہ) میری آنکھوں نے آپ سے بڑھ کر آج تک کوئی حسین نہ دیکھا اور دنیا جہان کی عورتوں کے آغوش میں آپ سے کامل و اکمل پیدا ہی نہیں ہوا ــــــ آپ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آپ نے چاہا خالق نے ایسا ہی آپ کو بنا دیا ہے |

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے عشق و محبت سے بھرپور یہ تأثرات پڑھو اور پھر دیکھو کہنے والے نے کس دل سے کیا کیا کہدیا: ــــــ؟

سنو، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرما رہے ہیں:

---

۱ عبد الرحمٰن البرقوقی: شرح دیوان حسان بن ثابت، بیروت ۱۹۶۶ء ص ۱۶۵

۲

۳ عبد الرحمٰن البرقوقی: شرح دیوان حسان بن ثابت، بیروت ص ٦٦

أَمِينٌ مُصْطَفًى لِّلْخَيْرِ يَدْعُو
كَضَوْءِ الْبَدْرِ زَايَلَهُ الْغَمَامُ

(ترجمہ) وہ امین ہیں، وہ برگزیدہ ہیں ـــ بھلائی کی دعوت دیتے ہیں۔ ہاں وہ چاندنی ہیں جس سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں ــــ

○ ـــ آپ نے اِن گل زاروں کی سیر کی ـــــ اب بتائیے آپ نے زندگی کہاں پائی؟ ـــــ اُن خارزاروں میں یا اِن گل زاروں میں؟ ـــــ

○ ـــ آپ نے بہاریں کہاں دیکھیں؟ ـــــ اُن خارزاروں میں یا اِن گل زاروں میں؟ ـــــ

○ ـــ آپ نے روشنی کہاں پائی؟ ـــــ اُن خارزاروں میں یا اِن گل زاروں میں؟ ـــــ

○ ـــ آپ نے تازگی کہاں محسوس کی؟ ـــــ اُن خارزاروں میں یا اِن گل زاروں میں؟ ـــــ

سچ بتائیے ـــــ کسی کی رورعایت نہ کیجئے ـــــ وہی کہئے آپ کا دل جس کی گواہی دے ـــــ وہی بتائیے، آپ کا ایمان جس کی شہادت دے ـــــ بیشک ـــــ

آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد!
آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد!
گیرم کہ تو پردہ برگرفتی از جمال
آں روح کجا کہ در جلال تو رسد!

ـــــــــــــــــــــــــــ

لـه

کیا وہ محسنِ اعظم جو راتوں کو اپنی امت کی مغفرت و بخشش کے لئے اشکبار رہا اور جب تک اس کے مولیٰ نے یہ پیغام نہ بھجوا دیا اس کو چین نہ آیا: ——

ہاں کوئی دن گزرتے ہیں کہ ہم آپ
کو آپ کی امت کی طرف سے خوش کر دیں
گے اور غمگین نہ ہونے دیں گے۔

کیا اس احسانِ عظیم کا بدلہ یہی ہے کہ ہم آپ کی تعریف و توصیف کی بجائے آپ کے حضور زبان کو ایسا بے لگام کر دیں کہ خود گویائی شرمانے لگے! —— ہرگز نہیں، ہرگز نہیں! —— میرے بزرگو! اور میرے عزیزو! —— بات کسی عالم کے وقار کی نہیں —— بات وقار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے —— کیا کوئی مسلمان ایک لمحے کے لئے بھی یہ جرأت کر سکتا ہے کہ وہ اپنی پسندیدہ کسی بھی شخصیت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو قربان کر دے —— نہیں نہیں —— معاذ اللہ معاذ اللہ! —— ہرگز نہیں، ہرگز نہیں —— تو اپنے دلوں کو ٹٹولئے اور اپنے دماغوں کو کھنگالیے —— بے ادبیوں اور گستاخیوں کے خس و خاشاک ہوں تو ان کو نکال پھینکیے کہ دل عرش اللہ ہے —— اور پھر ایسوں سے دل لگائیے جو ادب کی راہ پر چلائیں کہ یہ فرشتوں کی راہ ہے —— جو بے ادبی اور گستاخی کی راہ سے بچائیں کہ یہ ابلیس کی راہ ہے —— جو محبت کی باتیں بتائیں —— جو عشق کے ترانے گائیں —— آئیے عشقِ مصطفےٰ سے سرشار ہو کر ہم سب یہ

اعلان واقرار کریں ــــــــ

یا رسول اللہ! آپ کی عزت وناموس
پر ہماری عزت، ہمارے ماں باپ کی عزت
ہمارے اخلاف واسلاف کی عزتیں قربان
ہوں ــــــ آپ ہماری آبرو ہیں ــــــ
آپ ہماری آرزو ہیں ــــــ آپ
ہماری زندگی ہیں ــــــ

# نعت شریف

(از: حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مرشد طریقت مولوی رشید احمد گنگوہی)

اچھا ہوں یا بُرا ہوں، غرض جو کچھ بھی ہوں، سو ہوں
پر ہوں تمہارا، تم مرے مختار یا رسول
جس دن تم عاصیوں کے شفیع ہو گے پیش حق
اُس دن نہ بھولنا مجھے زنہار یا رسول
تم نے بھی گر نہ لی خبر اس حالِ زار کی
اب جائے کہاں، بتاؤ، یہ لاچار یا رسول
دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا
کیا غم گرچہ ہوں میں بہت خوار یا رسول
کیا ڈر ہے اس کو لشکر عصیاں و جرم سے
تم سا شفیع ہو، جس کا مددگار یا رسول
ہو آستانہ آپ کا، امداد کی جبیں
اور اس سے زیادہ کچھ نہیں، درکار یا رسول

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی: گل زار معرفت، مطبوعہ بلالی دخانی پریس ساڈھورہ ضلع انبالہ، (طبع قدیم) ص ۷۶۔

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# اختتامیہ

(۱)

مولوی اسمٰعیل دہلوی، ابن عبدالوہاب نجدی سے بہت متاثر تھے۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل حقائق سے بخوبی ہوسکتا ہے جن کو ہمارے محققین اور مورخین نظر انداز کردیتے ہیں:

۱۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ابن عبدالوہاب نجدی کے عقائد و افکار کا پرچار کیا؛

۲۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح توحید کی تائید اور انبیاء و صلحاء کی تنقیص میں ایک کتاب لکھی؛

۳۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح اپنے عقائد و افکار کے خلاف عقیدہ رکھنے والے عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیا؛

۴۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کے طریقہ دعوت کو اپنایا؛

۵۔ انھوں نے مولوی سید احمد بریلوی کو "امیر المومنین" اور امام برحق تسلیم کیا اور دوسروں سے بزور شمشیر تسلیم کرایا۔ اور اس امامت کے منکرین کے خون کو حلال جانا۔ یہی روش ابن عبدالوہاب نے اختیار کی تھی؛

۶۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح ایسے مسلمانوں کے خون کو مباح جانا جنھوں نے ان کے عقائد و افکار کی مخالفت کی۔ ان کا خون بہایا ان کے اموال کو لوٹا، ان کے گھروں کو تاراج کیا؛

۷۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح ایسی حکومت قائم کرنے کی کوشش

جس میں صرف اُن کے عقائد و افکار کی ترویج و اشاعت ہو:

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابن عبدالوہاب کی حیات و افکار پر مختصر روشنی ڈالی جائے پھر مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے مرشد مولوی سیّد احمد بریلوی کے متعلق کچھ عرض کیا جائے تاکہ مولوی اسمٰعیل کے بارے میں جملہ حقائق سامنے آجائیں اور قارئین کرام اچھی طرح سمجھ سکیں کہ نورونار میں جو عبارات پیش کی گئی ہیں ان کے لکھنے والے کا مذہبی، فکری اور سیاسی پس منظر کیا تھا اور اس کے عزائم کیا تھے:

**۲**

ابن عبدالوہاب سترھویں صدی کے اواخر یا اٹھارویں صدی کے اوائل میں نجد کے مقام عیینہ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۲ء میں نجد کے مقام درعیہ میں وفات پائی ــــ ان کی زندگی میں علم و فضل سے زیادہ جوش و جذبے کی کارفرمائی نظر آتی ہے اسی لئے دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا سیّد انور شاہ کشمیری نے ان کے متعلق لکھا ہے:-

اما محمد بن عبدالوهاب النجدى فانه كان رجلا بليدا قليل العلم [۱]

(ترجمہ) لیکن محمد بن عبدالوہاب نجدی کم فہم اور کم علم شخص تھا۔

اسی طرح علامہ عبدالحفیظ بن عثمان قاری طائفی نے ابن عبدالوہاب کو "جاہل اور غبی" لکھا ہے [۲] ــــ اور اس کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ وہ اپنے متبعین کے علاوہ عالم اسلام کے سارے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیتے تھے، تکفیر میں تعجیل کرتے تھے اور بغیر عذر شرعی مسلمانوں کا بے دریغ خون بہاتے تھے، ان کے مال کو لوٹتے، ان کے گھروں کو تاراج کرتے:

---

۱؎ بدر عالم "فیض الباری" دیوبند ۱۹۸۰ء جلد ا صفحہ ۱۷۰

۲؎ عبدالحفیظ بن عثمان "جلاء القلوب و کشف الکروب" استانبول ۱۲۹۸ھ

حتیٰ کہ خود شیخ سلیمان بن عبدالوہاب اپنے بھائی محمد بن عبدالوہاب سے پوچھتے ہیں :۔

آپ اُن لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو کلمۂ شہادت پڑھتے ہیں، نماز روزہ، حج اور زکوٰۃ کے پابند ہیں۔ ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے خلقِ خدا کو کافر بنانے کا قول کہاں سے لیا ہے[1] ؟

پھر دریافت کرتے ہیں :۔

جو تفاصیل آپ نے بیان کی ہیں کہ اس کام کا کرنے والا مشرک، اُس کام کا کرنے والا مشرک۔ آپ نے یہ تفاصیل کہاں سے لی ہیں[2] ؟ — کیا ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے ؟

ابن عبدالوہاب نے جن مسلمانوں کو اپنے خیال میں کافر و مشرک سمجھا ان کا بے دریغ خون بہایا، اس کی تفصیلات ایک ہم عصر عالم علامہ ابن عابدین شامی کی تحریر سے ملتی ہیں، وہ لکھتے ہیں :۔

نجد سے عبدالوہاب کے پیروان نکلے اور انھوں نے حرمین پر قبضہ کیا۔ وہ اپنے کو اگرچہ حنبلی کہتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان صرف وہی ہیں، جو بھی ان کے عقائد کے خلاف ہو، وہ مشرک ہے بنابریں انھوں نے اہل سنت کو اور ان کے علماء کو قتل کرنا مباح قرار دیا ہے[3]۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ سلیمان نے ابن عبدالوہاب سے پوچھا :۔

"اسلام کے ارکان کتنے ہیں" ؟

انھوں نے جواب دیا :۔ — "پانچ"

شیخ سلیمان نے کہا :۔

---

[1] الصواعق الالٰہیۃ فی الرد علی الوہابیہ، مطبوعہ استانبول ۱۹۷۵ء ص ۵ [2] ایضاً ص ۵

[3] محمد امین بن عمر معروف بہ ابن عابدین : ردّ المحتار شرح درمختار، مطبوعہ مطبعۃ العامرہ ۱۲۷۹ھ ص ۳۹

انت جعلتها ستة ذالسادس من لم یتبعک فلیس بمسلم[1]

(ترجمہ) آپ نے چھ ارکان بتا دیئے اور چھٹا رکن یہ ہے کہ جو شخص آپ کی پیروی نہ کرے وہ مسلمان نہیں ہے"

ابن عبدالوہاب نے جب اپنی دعوت کا آغاز کیا تو امیر درعیہ محمد بن مسعود نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی پھر درعیہ کے قرب و جوار میں اس مسلک کو پھیلایا گیا۔ آل سعود سے اس مسلک کو فوجی قوت ملی پھر حرمین شریفین اور قرب و جوار میں مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا گیا اور مقابر و مقاماتِ مقدسہ کو منہدم کیا گیا اور بے حرمتی کی گئی۔ اس کی تفصیلات تاریخ نجد و حجاز (مصنفہ مفتی محمد عبدالقیوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء) میں مطالعہ کی جاسکتی ہیں۔ ابن عبدالوہاب اور ان کے متبعین کے اس عمل کو معاصر اور متاخرین علماء نے اچھا نہ سمجھا اور تقریباً چالیس علماء عرب نے ابن عبدالوہاب کے افکار و اعمال کا رد لکھا[2] خود ان کے والدان سے خوش نہ تھے اور ان کے بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نے ان کے رد میں رسالہ لکھا جس کے حوالے پیچھے پیش کئے گئے، یعنی الصواعق الالٰھیۃ فی الرد علی الوہابیہ (۱۱۶۷ھ) یہ رسالہ ابن الوہاب کی دعوت کے آٹھویں سال لکھا گیا، اس میں ایک ایک کرکے ابن الوہاب کے عقائد و افکار کا مدلل رد لکھا گیا ہے جو قابل مطالعہ ہے"

(۳)

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ابن عبدالوہاب کی پیروی میں اپنے عقائد ترتیب دیئے اور ابن عبدالوہاب کی کتاب ردّالاشرک یا کتاب التوحید کے طرز پر تقویۃ الایمان لکھی پھر اس کے عملی نفاذ کی کوشش کی۔

مولوی اسمٰعیل ۱۲ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء کو بمقام پھلت (ضلع مظفر نگر بھارت) میں پیدا ہوئے اور ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ (سرحد پاکستان)

---

[1] سلیمان نجدی: الصواعق الالٰھیۃ، مطبوعہ استانبول

[2] ابو حامد بن مرزوق: التوسل بالنبی وجہلۃ الوہابیین، مطبوعہ استانبول ۱۹۷۶ء

میں جان دی ——— [illegible] حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے چھوٹے بیٹے شاہ عبدالغنی کے فرزند تھے۔ ابتدائی کتابیں ان سے پڑھیں پھر اپنے چچا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر سے پڑھا اور جلد ہی فارغ ہوگئے، طبیعت میں ضد کا مادہ تھا چنانچہ ایک موقعہ پر انھوں نے اپنے چچا حضرت شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر کی ہدایت و نصیحت پر عمل کرنے سے بھی انکار کردیا جس سے ان کو سخت قلق ہوا[۱]

مولوی اسمٰعیل دہلوی کی متعدد تصانیف میں تقویۃ الایمان زیادہ مشہور ہوئی اس کی وجہ سے مسلمانوں میں بڑا انتشار پھیلا جو اب تک قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خانوادہ ولی اللہی کے اکابر علماء نے اس سے بیزاری کا اظہار فرمایا اور ربیع الاوّل ۱۲۴۰ھ کو دھلی کی جامع مسجد میں باقاعدہ اس کا اعلان کیا گیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس کا رد لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا[۲] جو علالت کی وجہ سے پورا نہ ہوسکا۔ علامہ فضل حق خیرآبادی نے اس کے رد میں ایک کتاب تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی۔ (۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء) تحریر فرمائی اس میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے سترہ نامی گرامی شاگردوں کی تصویب و تصدیق موجود ہے ——— مولوی اسمٰعیل کے چچازاد بھائی مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین نے تقویۃ الایمان کے رد میں معید الایمان کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اسی طرح دوسرے بھائی مولانا محمد موسیٰ نے بھی حجۃ العمل فی اثبات الحیل کے نام سے ایک کتاب لکھی[۳]۔ مولانا مخصوص اللہ، تقویۃ الایمان کی فتنہ انگیزی کے پیش نظر اس کو تفویتہ الایمان کہا کرتے تھے یعنی ایمان کو ہلاک[۴] کرنے والی۔

---

[۱] ارواح ثلاثہ، امداد الغربا، سہارنپور ۱۳۷۰ھ، حکایت ۳۰

[۲] مخصوص اللہ: تحقیق الحقیقہ، مطبوعہ بمبئی ۱۲۶۷ھ بحوالہ انوار آفتاب صداقت مؤلفہ فضل احمد لدھیانوی۔ ص ۲۴ [۳] زید ابوالحسن فاروقی: مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان مطبوعہ دہلی ۱۹۸۴ء، ص ۱۴ [۴] ایضاً، ص ۱۰۱

مولانا فضل رسول بدایونی کے استفسار پر مولانا مخصوص اللہ ابن شاہ رفیع الدین دہلوی نے تحقیق الحقیقۃ کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا، اس کی مندرجہ ذیل عبارت سے تقویۃ الایمان کی حیثیت متعین کی جا سکتی ہے:

۱۔ تقویۃ الایمان کہ میں نے اس کا نام تفویۃ الایمان ساختہ فائکے رکھا ہے اس کے رد میں رسالہ جو میں نے لکھا ہے اس کا نام معیدالایمان رکھا ہے۔ اسماعیل کا رسالہ موافق ہمارے خاندان کے کیا کہ تمام انبیاء اور رسولوں کی توحید کے خلاف ہے کیوں کہ پیغمبر سب توحید کے سکھانے کو اپنی راہ پر چلانے کو بھیجے گئے تھے، اس کے رسالے میں اس توحید کا اور پیغمبروں کی سنّت کا پتہ بھی نہیں ہے[1]

۲۔ جس رسالے سے اور اس کے بنانے والے سے لوگوں میں برائی اور بگاڑ پھیلے اور خلاف سب انبیاؑ و اولیاؑ کے ہو وہ گمراہ کرنے والا ہوگا یا ہدایت کرنے والا ہوگا؟ —— میرے نزدیک اس کا رسالہ عمل نامہ برائی اور بگاڑ کا ہے اور بنانے والا فتنہ گر اور مُفسد اور غادی اور مُغوی ہے[2]

تقویۃ الایمان کے بارے میں یہ خیالات شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا مخصوص اللہ کے ہیں جو مولوی اسمٰعیل دہلوی کے تایا زاد بھائی تھے گھر کا حال اہل خانہ ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا تاثرات سے تقویۃ الایمان کی حیثیت آسانی سے متعین کی جا سکتی ہے:

غالباً تقویۃ الایمان کی اسی فتنہ انگیزی کی وجہ سے انگریزوں نے اس کی اشاعت میں حصّہ لیا[3] —— کیوں کہ ملّتِ اسلامیہ میں انتشار و افتراق ان کے مقاصد جلیلہ میں سے

---

[1] مخصوص اللہ: تحقیق الحقیقہ، بحوالہ مذکور، ص ۱۰۲

[2] ایضاً: ص ۱۰۲ [3] قمرالنساء، ڈاکٹر: العلامۃ فضل حق خیرآبادی، مقالہ ڈاکٹریٹ عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد دکن، ص ۵۲۔

ایک اہم مقصد تھا جس کا اظہار اس رپورٹ سے ہوتا ہے جو ۱۸۷۰ء میں (انڈیا ہاؤس لندن) کی منعقدہ کانفرنس میں ہندوستان میں متعین انگریز پادریوں نے پیش کی، ملاحظہ فرمائیں:۔

> ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غداً تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں، وہ مرحلہ اور تھا۔ اس وقت فوجی نقطۂ نظر سے غداری کی تلاش کی گئی تھی، لیکن اب جب کہ ہم برصغیر کے چپہ چپہ پر حکمران ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن وامان بھی بحال ہو گیا ہے تو ان حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہیئے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو[1]

یہ تھے انگریزوں کے عزائم اور اس کی تکمیل کے لئے انھوں نے شریر سے شریر اور شریف سے شریف مسلمانوں کو اپنی حکمت عملی سے استعمال کیا ـــــ کسی کو خبر تھی کہ وہ کس کا آلۂ کار بنا ہوا ہے اور کوئی اپنی سادگی اور سادہ لوحی کی وجہ سے اس سے بے خبر تھا۔

(۴)

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ابن عبدالوہاب کی تصنیف کتاب التوحید (ردّ الاشراک) کو سامنے رکھ کر اپنے عقائد وافکار کا ڈھانچہ تیار کیا جس کا نام تقویۃ الایمان رکھا حقیقت تو یہ ہے کہ کتاب التوحید گویا متن ہے اور تقویۃ الایمان اس کی شرح[2] ـــــ پھر جس طرح ابن عبدالوہاب نے کتاب التوحید کے عملی اور حتمی نفاذ کے لئے اقتدار و حکومت کا سہارا لیا اسی طرح مولوی اسمٰعیل نے بھی اقتدار و حکومت کا سہارا لیا ـــــ اور جس طرح محمد ابن عبدالوہاب نے اُن مسلمانوں سے قتال کیا جنھوں

---

[1] تین بڑے مسلمان (مقدمہ علامہ خالد محمود) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء، ص ۶

[2] کتاب التوحید کی طرح تقویۃ الایمان کے بھی علمائے نے بکثرت رد لکھے جن کی تعداد ایک اندازہ کے مطابق پچاس سے تجاوز کر چکی ہے۔ (مسعود)

نے ان کے عقائد و افکار کی مخالفت کی یا ان کے اقتدار کو تسلیم نہیں کیا اسی طرح مولوی اسماعیل نے بھی اپنے عقائد و افکار کی اشاعت و ترویج اور قطعی نفاذ میں مانع مسلمانوں سے قتال کیا — تفصیلات آگے آتی ہیں؛

۷ جمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ / ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء کو مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنے مرشد مولوی سید احمد بریلوی کے ہمراہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک مہم پر راجپوتانہ، سندھ، بلوچستان ہوتے ہوئے افغانستان میں داخل ہوئے اور وہاں سے دسمبر ۱۸۲۶ء / ۱۲۴۲ھ کو چارسدہ کے علاقہ ہشت نگر پہنچے۔ ایک مہینہ نہ گزرا تھا کہ مولوی اسماعیل نے اپنے مرشد مولوی سید احمد کا اشارہ پاکر ان کو امام برحق تسلیم کیا اور "امیر المومنین" بنادیا اور یہ حکم ناطق نافذ کیا:۔

"جو شخص آنجناب کی امامت ابتداً ہی سے قبول نہ کرے یا قبول کے بعد اس سے انکار کرے وہ ایسا باغی ہے کہ اس کا خون بہانا حلال ہے اور اس کا قتل کرنا کافروں کے قتل کی طرح عین جہاد اس معاملے میں عاجز کا مسلک یہی ہے لہٰذا اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کا جواب تلوار کی مار ہے نہ تحریر و تقریر۔"

مولوی سید احمد بریلوی نے افغانستان کے والی امیر دوست محمد خاں کے نام ۱۲۴۲ھ کو جو خط لکھا تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل نے مولوی سید احمد کا اشارہ پاکر اور ان پر ایمان بالغیب رکھ کر یہ قدم اٹھایا۔ مولوی سید احمد والی موصوف کو لکھتے ہیں:۔

"خاص و عام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے سب نے امامت کی بیعت اس عاجز کے ہاتھ پر کی اور جمعہ کے روز عاجز کا نام خطبے میں لیا گیا اس خاکسار ذرہ بے مقدار کو اس بلند مرتبے کے حاصل ہونے کی بشارت غیبی اشارے اور الہام کے ذریعے، جس میں شک اور شبہ کی گنجائش

نہیں ہے، دی گئی تھی۔[1]

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے ہم سبق اور اس تحریک کے رفیق کار مولانا محبوب علی نے اس اعلانِ امامت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا اور خلوت خاص میں مولوی سیّد احمد بریلوی کو مشورہ دیا:۔

"آپ یہ نہ کہیں کہ میں امیرالمومنین اور زمین پر اللہ کا خلیفہ ہوں اور میری اطاعت تمام لوگوں پر واجب ہے کیوں کہ یہ نرالی بات رئیسوں اور سمجھداروں کو وحشت میں ڈالتی ہے۔"[2]

مگر مولوی سیّد احمد نے اس مشورے کو منظر انداز کر دیا اور مولانا محبوب علی سے کہا کہ خاموشی سے اطاعت کئے جاؤ، ان کے لئے یہ مشکل تھا تو وہ اجازت لے کر وطن واپس چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد اس خیال سے کہ کہیں دوسرے لوگ بھی ان کو چھوڑ کر نہ چلے جائیں، مولوی سیّد احمد نے اعلان کیا:۔

"جو بھی میرے پاس سے اپنے وطن کو لوٹ کر جائے گا اُس کا ایمان گیا"[3]

مولوی محبوب علی کے چلے جانے کے بعد اس تحریک کو جو صدمہ پہنچا اس کا محمد جعفر تھانیسری نے اس طرح ذکر کیا ہے:۔

"مولوی محبوب علی کے اغوا[4] سے جو کاروبار جہاد کو صدمہ پہنچا وہ ایسا صدمہ اس لشکر کو آج تک کسی سکھ یا دُرّانی کے ہاتھ سے نہ پہنچا تھا۔ مولوی محبوب علی کے فتنے کے بعد مدّت سے ہندوستان سے قافلوں کا آنا بند ہو گیا۔ اکثر معاونین جہاد سست ہو گئے"[5]

---

[1] ابوالحسن فاروقی: مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، ص ۸۰ بحوالہ مکتوب سیّد احمد شہید ص ۱۴۸

[2] محبوب علی: تاریخ الائمہ (قلمی)، محررہ ۱۲۵۱ھ، ص ۸۹۵ [3] ایضاً، ص ۸۹۶

[4] مولوی محبوب کے ساتھ مجاہدین کی ایک بڑی جماعت واپس چلی گئی تھی۔ اس کو جعفر تھانیسری نے 'اغوا' سے تعبیر کیا ہے۔

[5] محمد جعفر تھانیسری: حیات سیّد احمد شہید، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۲۳۶

مولوی سید احمد کا وہی مسلک تھا جو ان کے دست راست اور مرید باصفا مولوی اسمٰعیل دہلوی کا تھا، یعنی دونوں حضرات پاک و ہند کے اکثر علماء و مشائخ اور مسلمانوں کو کفر و ارتداد میں ملوث سمجھتے تھے جس کا اظہار مولوی سید احمد نے رئیس ٹونک (بھارت) نواب وزیر الدولہ کے نام ایک مکتوب میں کیا ہے[1]؛

مولوی سید احمد کے اعلان امامت کے بعد اُن کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا جانے لگا اور یہ خدشہ ظاہر کیا جانے لگا کہ آپ کا مقصد خاص مقاصد کی تکمیل کے لئے اقتدار و حکومت حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ آپ نے ۶ ربیع الاول ۱۸۲۹ء کو حاکم پشاور سلطان محمد خاں کے نام ایک اطلاع نامہ ارسال فرمایا اور اس کی نقول اطراف و جوانب میں ارسال کیں۔ اس میں ان خدشات کو رفع فرمایا۔ جو کچھ تحریر فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ مسلمان امراء میں کسی کے ساتھ ہماری منازعت نہیں؛

۲۔ نہ مومنین روساء میں سے کسی سے ہماری مخالفت؛

۳۔ لئیم کافروں سے ہمارا مقابلہ ہے، نہ مدعیان اسلام سے[2]؛

سلطان محمد خاں نے اس وضاحت کو کافی نہ سمجھا اور جواباً لکھا:

۱۔ یہ دعویٰ کہ مسلمانوں سے نہیں بلکہ کفار سے لڑنے آئے ہیں۔ ابلہ فریبی ہے؛

۲۔ آپ کا عقیدہ فاسد اور نیت کاسد ہے؛

۳۔ آپ فقیر ہو کر ارادہ امامت و حکومت رکھتے ہیں؛

۴۔ ہم نے بھی خدا کے واسطے کمر باندھی ہے کہ تم کو قتل کر کے اس زمین کو تم سے پاک کریں گے[3]؛

[1] ابوالحسن فاروقی: مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان ص ۸۰ بحوالہ مکتوبات سید احمد شہید ص ۳
[2] ایضاً، ص ۹۶ بحوالہ تواریخ عجیبہ مؤلفہ جعفر تھانیسری و مکتوب سید احمد شہید ص ۱۹-۲۸
[3] ایضاً، ص ۹۶ بحوالہ مذکورہ

سلطان محمد خاں کے اندیشے غلط نہ تھے چنانچہ ۱۸۳۰ء کو مولوی سیّد احمد اور ان کے رفقاء نے پشاور اور کوہاٹ پر قبضہ کیا، اس مہم میں دو ہزار مسلمان شہید ہوئے اور ایک ہزار مجروح[1] ـــــ سب سرداروں سے بیعت لی مگر سردار پائندہ خان نے بیعت نہ کی۔ سیّد احمد کے ساتھیوں نے اس سے جنگ کی، اس کے علاقہ کو تاراج کیا اور اس پر قبضہ کیا، پائندہ خاں نے سردار ہری سنگھ سے مدد لے کر سیّد احمد اور اسماعیل دہلوی پر غلبہ حاصل کیا اور سکھوں کو انعام و اکرام سے نوازا[2]، اسی طرح سلطان محمد خاں نے بھی پشاور و کوہاٹ پر قبضہ کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ایک قیمتی گھوڑا اندر کیا اور مولوی سید احمد اور مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے رفیقوں کے خلاف مدد طلب[3] کی۔

مندرجہ بالا حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصد کچھ اور ہی تھا سکھوں سے جنگ کرنا مقصود نہ تھا ورنہ مقامی مسلمانوں کا سیّد احمد کے خلاف سکھوں سے مدد طلب کرنا کیا معنی؟

مولوی سیّد احمد کے رفقاء میں رفیق خاص مولوی محبوب علی نے سب ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ اپنے اپنے وطن واپس جا کر حقوق العباد ادا کریں۔ انھوں نے سوال کیا۔

"جہاد کہاں ہے"؟

"تم نے کونسے دن کسی کافر کو مارا ہے"؟[4]

مقامی مسلمانوں کے خلاف قتال و جدال نے بعض مقامی علماء کو سیّد احمد اور مولوی اسمٰعیل سے بدظن کر دیا جس کا اندازہ خود مولوی سیّد احمد کے مکتوب سے

---

[1] جعفر تھانیسری: تواریخ عجیبہ، ص ۱۴۹

[2] مراد علی: تاریخ تناولیاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۴۷ - ۵۶

[3] جعفر تھانیسری، تواریخ عجیبہ، ص ۱۴۹

[4] غلام رسول مہر: سید احمد شہید، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۲۴۶

سے ہوتا ہے۔ اس مکتوب سے پتا چلتا ہے کہ مقامی علماء آپ سے برگشتہ ہو گئے اور آپ کو ملحد و بے دین سمجھنے لگے۔

مولوی محبوب علی نے لکھا ہے:۔

"(مقامی مسلمان) سید احمد کے اعلان امامت کے بعد آپ سے لڑے اور قتال کیا ـــــ جناب سید صاحب کے لوگوں نے مقتولین کے اموال میں مال غنیمت کی طرح تصرف کیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ سید صاحب خلافت کے لائق نہیں لہٰذا سب نے بیعت توڑ دی اور کہا ہم تمہارا اتباع (کسی) امر میں نہیں کرینگے[1]"

ایک اور حادثہ پیش آیا ـــــ سید احمد کے رفقا جبراً افغان عورتوں اور بیواؤں سے نکاح کرنے لگے۔ چنانچہ خویشگی خاں کی ایک لڑکی کا جبراً نکاح ہوا جس نے اس کو برہم کر دیا۔ اس نے خان خٹک سے مل کر ایک مہم چلائی جس کے نتیجے میں سید صاحب کے مقرر کردہ تمام سرداروں کو قتل کر کے ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا[2]۔ اس صورت حال نے سید احمد کو سخت مایوس کر دیا اور انھوں نے مایوسی کے عالم میں اپنے ساتھیوں سے فرمایا:۔

میں اب اس سرزمین کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔ یہ نہیں بتا سکتا کہ کہاں جاؤں گا ـــــ میں آپ کو رخصت دیتا ہوں آپ مجھے رخصت دیں[3]؛

مگر چند رفیق جو باقی رہ گئے تھے وہ آپ کے ساتھ رہے، مایوس ہو کر آپ

---

[1] محبوب علی: تاریخ الائمۃ فی ذکر خلفاء الامۃ (۱۲۶۶ھ - ۱۲۵۱ء)، قلمی مخزونہ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، تغلق آباد، دھلی، ص ۸۹۱

[2] زید ابو الحسن فاروقی: مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان بحوالہ حزب ولی اللہ کی تاریخ کا مقدمہ از مولانا عبید اللہ سندھی، ص ۱۷۰

[3] ایضاً، ص ۱۷۱ - ۱۷۲

چل پڑے، واپسی میں آپ کاغان پہنچے، درّہ بھوکر میں شیر سنگھ پر شب خون مارا، آگے بڑھ کر بالاکوٹ پر قبضہ کیا، پھر مظفر آباد فتح کیا ـــــ سکھ، سیّد احمد کے خلاف چوں کہ مقامی مسلمانوں کی مدد کر چکے تھے اس لئے سکھوں کے خلاف اس مہم میں مقامی مسلمانوں نے بھی مدد کی، اس طرح فیصلہ کن جنگ ہوئی اور بالاکوٹ کے ایک حصے میں محصور مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے سارے رفقاء مارے گئے؛

سیّد صاحب کے باڈی گارڈ مولوی جعفر علی نقوی لکھتے ہیں:۔

"حضرت امیرالمومنین در ہماں جماعت از نظر من غائب شدند[1]"

(یعنی اسی جماعت میں امیرالمومنین میری نظروں سے غائب ہو گئے)

میدان جنگ سے غائب ہونے کے بعد آج تک آپ کو کسی نے نہ دیکھا چنانچہ آپ کی وفات کی کوئی مستند اور قابل ذکر شہادت تاریخ سے نہیں ملتی۔

مولوی اسماعیل دہلوی کو ناس (ناس) سونگھنے کی بہت عادت تھی، میدان جنگ میں دشمن پر حملے اور انتقال کی جو کیفیت محمد جعفر تھانیسری نے لکھی ہے وہ یہ ہے:۔

"ناس سونگھ کر لشکر کفار میں گھس کر آپ شہید ہو گئے[2]"

یہ بھی لکھا ہے کہ چوں کہ آپ کو ناس (ہلاس، نسوار) سے پیار تھا اس لئے آپ کی قبر پر لوگ نسوار چڑھاتے، منتیں اور مرادیں مانگتے ہیں[3]؛

**(۵)**

قاری کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آخر اتنے دور دراز مقام پر جا کر یہ مہم جوئی کیوں کی گئی۔ اس سلسلے میں محققین اور مؤرخین کے پانچ نظریات ملتے ہیں:۔

۱۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ تحریک انگریزوں کے خلاف تھی؛

---

۱ محمد جعفر تھانیسری: حیات سیّد احمد شہید، ص ۲۸۸؛
۲ ایضاً، ص ۳۱۵؛ ۳ ایضاً، ص ۳۱۶؛

۲۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ اسلامی تحریک تھی؛
۳۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ آزادیٔ وطن کی تحریک تھی؛
۴۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ سکھوں کے خلاف تحریک تھی؛
۵۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ ایک نظریاتی اور فرقہ وارانہ تحریک تھی؛

۱۔ اگر یہ تحریک واقعی انگریزوں کے خلاف تھی تو یہ بات تعجب انگیز ہے کہ سیّد احمد اور ان کے رفقاء نے انگریزوں کی عملداری میں میلوں سفر کیا مگر وہ مزاحم نہیں ہوئے بلکہ بقول حسین احمد مدنی:۔

> جب سیّد احمد کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضروریات مہیا کرنے میں سیّد صاحب کی مدد کی۔[1]

محمد جعفر تھانیسری نے بعض ایسے حقائق پیش کئے ہیں جن سے انگریزوں سے مولوی سیّد احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کا ربط خاطر ظاہر ہوتا ہے۔ —— ایک جگہ لکھا ہے کہ جب سیّد صاحب حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو ایک انگریز سوداگر نے آپ کے قافلے والوں کو کھانا پیش کیا۔[2] —— ایک جگہ لکھا ہے کہ انگریزوں کی دعوت پر سیّد صاحب نے مولوی اسمٰعیل کو وعظ و نصیحت کے لئے بھیجا، چنانچہ:۔

> اس دن تقریباً دس ہزار میم صاحب اور صاحب لوگ آپ کے وعظ سننے کو جمع ہوئے تھے۔[3]

ایک جگہ لکھا ہے کہ جب سیّد صاحب اپنی مہم پر روانہ ہوئے تو شیخ غلام علی رئیس اعظم الہ آباد کی معرفت لفٹیننٹ گورنر بہادر اضلاع شمال و مغربی کو باقاعدہ

---

[1] حسین احمد مدنی: نقش حیات، جلد دوم مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء، ص ۴۱۹
[2] محمد جعفر تھانیسری: حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء، ص ۱۳۱
[3] ایضاً، ص ۱۶۸

اطلاع بھجوائی۔[1]

۲۔ اگر یہ تحریک اسلامی تھی تو اس مہم جوئی میں ہندوؤں سے کیوں مدد مانگی گئی اور ہندو افسروں کو اپنی فوج میں کیوں بھرتی کیا گیا؟ مولوی حسین احمد لکھتے ہیں :۔

سیّد صاحب کا ہندو ریاستوں کو مدد اور شرکت جنگ کی دعوت دینا اور اپنے توپ خانے کا افسر راجہ رام راجپوت کو مقرر کرنا خود اس کی دلیل ہے کہ آپ ہندوؤں کو اپنا محکوم نہیں بلکہ شریک حکومت بنانا چاہتے تھے۔[2]

۳۔ اگر یہ آزادیٔ وطن کی تحریک تھی اور اس کا مقصد ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ حکومت قائم کرنا تھا جیسا کہ مولوی حسین احمد کا خیال ہے تو پھر سیّد احمد کا عہدۂ امامت اور خلافت پر فائز ہو کر اپنی حکومت قائم کرنا کیا معنی؟

۴۔ اگر یہ تحریک سکھوں کے خلاف تھی تو مقامی مسلمان سرداروں کا ہری سنگھ اور رنجیت سنگھ سے مدد طلب کرنا کیا معنی؟ ——— مولوی حسین احمد نے لکھا ہے:

"سکھوں سے جنگ فرقہ واریت کی بنا پر نہ تھی بلکہ اس بنا پر تھی کہ وہ انگریزوں کے حلیف و مددگار تھے"[3]

لیکن اگر ایسا ہوتا تو پھر انگریز ——— سیّد احمد کی کیوں مدد کرتے حقیقت میں انگریز سیّد صاحب سے نہیں بلکہ سکھوں سے خوف زدہ تھے جن پر اس وقت تک وہ غلبہ حاصل نہ کرسکے تھے۔

۵۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ تحریک نظریاتی اور فرقہ وارانہ تحریک تھی یعنی اس کا مقصد یہ تھا کہ ایک حکومت قائم کر کے خاص قسم کے عقائد و افکار وہاں نافذ کئے جائیں۔ اس خیال کی توثیق مولوی محبوب علی کے اس بیان سے ہوتی ہے :۔

[1] محمد جعفر تھانیسری، حیات سیّد احمد شہید، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء، ص ۱۶۸
[2] حسین احمد مدنی ؛ نقش حیات، جلد دوم مطبوعہ کراچی، ص ۴۲۲ [3] ایضاً، ص ۴۲۳

"میں نے جب سیّد صاحب کی مجلس کا یہ حال دیکھا، سمجھ گیا یہ کام اُن کے بس کا نہیں اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ اختلافات کے جھگڑوں میں علمأ مارے جائیں گے اور جاہلوں کا مذہب سیّد صاحب کے کشوفات اور معارف ہوں گے۔[1]

مولوی محبوب علی نے جس اندیشے کا اظہار فرمایا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصل جنگ افکار و عقائد کی جنگ تھی جس کی تصدیق و توثیق دوسرے تاریخی تاریخی حقائق و شواہد سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً جب سیّد صاحب ۱۲۳۷ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو انھوں نے وہاں اپنے حلقۂ اثر میں ایک خواب کی تشہیر کی جس کا لب لباب یہ ہے:

۱۔ چاروں فقہائے کے مذہب میں سے کوئی مذہب مجھے پسند نہیں، کوئی طریقہ میرے طریقے پر نہیں۔

۲۔ مشہور طریق اولیا اللہ میں کوئی طریقہ میرے طور پر نہیں۔[2]

اس خواب سے سیّد صاحب کے مسلک کا بخوبی تعین کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سیّد صاحب اپنی مہم پر صوبہ سرحد پہنچے تو وہاں مولوی اسمٰعیل دہلوی، کابل، قندھار، سمرقند اور ماوراء النہر وغیرہ کے علمأ سے مسئلہ وجوب تقلید پر بحث کرتے نظر آتے ہیں[3]۔ حالانکہ بظاہر "جہاد" کے لئے تشریف لے گئے تھے —— خود مولوی سیّد احمد نے اپنے عزائم کا اس طرح اظہار فرمایا ہے:

"مجھ سے خلقت کو جو فیض ایمانی پہنچا ہے روز بروز ترقی پر رہے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ ہندوستان، خراسان، چرک شرک[4] اور پلیدی بدعت سے میرے ہاتھ سے یکسر پاک و صاف ہو کر انوار اسلام سے منور رہوں گے۔[5]

[1] محبوب علی: تاریخ الائمہ (قلمی) محررہ ۱۲۵۱ھ، ص ۸۹۵ (نوٹ) اس موضوع پر شاہ حسین گردیزی (کراچی) کی تصنیف قابل مطالعہ ہے (مسعود) [2] محمد جعفر تھانیسری: حیات سیّد احمد شہید، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء، ص ۱۵۳، ۱۵۴ [3] ایضاً، ص ۳۱۱ [4] [5] ایضاً، ص ۱۷۱

یہ "جرکِ شرک" اور "پلیدی بدعت" وہی ہے جس کے خلاف ابن عبدالوہاب نے تلوار اٹھائی اور ہزار ہا ہزار مسلمانوں کا خون بہایا۔

مولوی سیّد احمد نے اپنے متبعین کو نفسیاتی طور پر خوابات اور بشارات کے ذریعہ متأثر فرمایا ——— اپنی مہم پر روانگی سے قبل اپنی ہمشیرہ سے جو کچھ فرمایا وہ قابل توجہ ہے۔ آپ نے فرمایا :۔

"اے میری بہن! میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور یہ بات یاد رکھنا کہ جب تک ہند کا شرک، اور ایران کا رفض، اور چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھ سے محو ہو کر ہر مردہ سُنّت زندہ نہ ہو جائے گی رب العزّت مجھ کو نہیں اٹھائے گا۔ اگر قبل ظہور ان واقعات کے کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق پر حلف بھی کرے کہ سیّد احمد میرے روبرو مرگیا یا مارا گیا تو تم اس کے قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا کیوں کہ میرے رب نے مجھ سے وعدۂ واثق کیا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کر کے مارے گا۔"[۱]

جن امور کا سیّد صاحب نے ذکر فرمایا ہے ان میں سے کوئی پورا نہ ہوا اور سیّد صاحب تشریف لے گئے۔ اگر ان باتوں کو سچ مانا جائے تو قاری کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ حق جل مجدہٗ نے سچا وعدہ نہ فرمایا۔ یہ خیال الحاد کی طرف لے جا سکتا ہے، لامحالہ یہی کہا جائے گا کہ سیّد صاحب نے جو اشارہ پایا وہ من جانب اللہ نہ تھا ——— بعض حضرات نے سیّد صاحب کی شکست کی یہ تاویل فرمائی کہ (معاذ اللہ) "شکست سُنّت انبیا ہے" اگر یہ شکست ہوتی تو سنت انبیا کیسے پوری ہوتی"؟ ——— یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب "سیرت سید احمد شہید" میں ایک جگہ

[۱] ایضاً، ص ۱۷۲

بالواسطہ طور پر ایسے گستاخانہ قول کو نقل فرمایا ہے:

مندرجہ بالا حقائق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیّد صاحب کی تحریک ایک نظریاتی تحریک تھی —— جن عقائد و افکار کی سیّد صاحب اور مولوی اسمٰعیل نے تبلیغ کی ان کا خاصّہ ہے کہ وہ جبر کے سہارے میں پھلتے پھولتے اور پھیلتے ہیں جس ماحول میں جبر نہ ہو، آزادئی فکر ہو وہاں سمٹ جاتے ہیں۔ ایسے ماحول میں اِن نظریات کے حاملین کی یہ کوشش رہتی ہے کہ تحریر و تقریر کے ذریعہ سیدھے سادھے اور پڑھے لکھے مسلمانوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کر کے ان کے دلوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگانِ دین کی محبت سرد کر دیں، اُن کو اِن حضرات عالیہ کی جناب میں بے باک بنا دیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ اِن نفوسِ قدسیہ سے محبّت و اخلاص کا تعلق ایمان میں حرارت پیدا کرتا ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے اسی قسم کے افکار و عقائد کی اشاعت کے لئے پہلے تقویۃ الایمان تحریر فرمائی اور پھر تلوار اٹھائی —— تقویۃ الایمان کے بارے میں محمد جعفر تھانیسری کے یہ تاثرات قابل توجہ ہیں:

"اس کی عبارت بڑی پُر زور مثل ننگی تلوار کے ہے جس کی نورانی شعاعوں سے مشرکوں اور گور پرستوں کے دل کباب ہوتے ہیں۔"

یہاں تھانیسری نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں اور بزرگان دین کے چاہنے والوں کو "مشرکوں اور گور پرستوں" سے تعبیر کیا ہے کیونکہ انھیں کے دل "تقویۃ الایمان" کی ان بے باکانہ عبارات سے مضطرب ہوتے ہیں، جن کے نمونے نور و نار میں پیش کئے گئے ہیں۔

ہمارے بعض مؤرخین نے تاریخ پر فرقہ واریت کا رنگ چڑھایا اور تاریخ کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔ مؤرخین و محققین نے مولوی سیّد احمد بریلوی کے سلسلے میں ایسی متضاد باتیں لکھ دی ہیں جن کو پڑھ کر حیرت اور وحشت بڑھتی جاتی ہے کلیات و جامعات کے نصاب اسی کے مطابق مدوّن ہوئے ہیں، بہت سی غلط باتیں لکھ دی گئیں

جو برابر پڑھائی جارہی ہیں ـــــ مؤرخین و محققین میں سب سے پہلے اس تلخ حقیقت کو مشہور مورخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے محسوس کیا اور ایک اجلاس میں برملا اعتراف کیا" اب تک جو تاریخ لکھی گئی ہے وہ سب یکطرفہ ہے"۔ اُن کی مراد پاک و ہند کی اس تاریخ سے تھی جو مولوی سید احمد اور مولوی اسمٰعیل اور بعض دیگر علماء کے حوالے سے لکھی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے عقائد و افکار کو صحیح مان لیا جائے تو پاکستان و ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت کافر و مشرک قرار پاتی ہے اور اُن کے نزدیک واجب القتل۔ اس لئے ان عقائد و افکار کو تسلیم کرنا کسی بھی دانا و بینا مسلمان کیلئے ممکن نہیں۔ عہد جدید کے عالم و عارف مولانا زید ابوالحسن فاروقی مجددی نے کیا خوب فرمایا ہے:

"چاروں برحق اماموں کا زمانہ قرون ثلاثہ رہا ہے، جس کی خیریت اور خوبی کی خبر سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت عطا کی۔ بارہ سو سال سے تمام دنیا کے مسلمان ان کی پیروی کر رہے ہیں، اس عرصے میں ہزارہا علماء اسلام ان حضرات کے بیان کردہ ہر ہر مسئلے کو بار بار پرکھ چکے ہیں، اور اس پر مہر تصدیق لگا چکے ہیں۔ ان حضرات کو چھوڑنا اور آٹھویں یا بارھویں صدی کے کسی فرد کو اپنا مقتدا بنانا کہاں کی دانشمندی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ سوادِ اعظم کا ساتھ دو، بلکہ آپؐ نے یہ ارشاد کیا ہے"۔

"میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرے گی"۔[۱]

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ، پرنسپل
گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ (سندھ۔ پاکستان)

۲۴ ر شوال المکرم ۱۴۰۴ھ
۱۳ ر جولائی ۱۹۸۴ء

[۱] زید ابوالحسن فاروقی: مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، مطبوعہ دہلی ۱۹۸۴ء، ص ۷۶۔

# اظہارِ تشکّر

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی اپنے محسن
جناب ایم۔ اے رحمٰن صاحب کا بیحد ممنون و
شکرگزار ہے جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں
ادارہ ھذا کے ساتھ بھرپور مالی تعاون فرمایا
اللہ تعالیٰ ان کو اس نیک عمل کے عوض اپنی
بے پناہ رحمتوں سے نوازے۔

آمین

سیّد ریاست علی قادری

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# دعوتِ فکر

از علامہ محمد عبد المبین نعمانی رکن المجمع الاسلامی، مبارک پور (بہار)

تیرھویں صدی کی پہلی تہائی میں ہندوستان کی مذہبی دنیا ایک لرزہ خیز کتاب سے روشناس ہوئی، جس کا نام ہے تقویۃ الایمان جس نے منظرِ عام پر آتے ہی اپنے خود ساختہ معیار ایمان کے تحت تمام اسلامیانِ عالم کو کافر و مشرک قرار دے کر ایک عظیم ہیجان اور زبردست طوفان برپا کر دیا۔ صدہا برس سے اسلاف کرام اور ائمہ عظام سے جو عقائد و اعمال اسلامی نشانات کی حیثیت سے چلے آ رہے تھے اس کتاب نے یک قلم ان سب کو مشرکانہ رسوم اور کافرانہ افعال سے تعبیر کر کے ایک نئے دین، نئی شریعت اور ایک جداگانہ معیار ایمان کی بنیاد ڈال دی جس کا اسلاف کرام اور بزرگان دین سے دور کا بھی واسطہ نہیں —— زیر نظر کتاب نور و نار اسی کتاب کے خلاف ایک قلمی جہاد ہے جسے سعادت لوح و قلم پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب (ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی) فرزند حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ نے ایک مخصوص، اچھوتے اور دل نشین انداز میں قلم بند فرما کر اربابِ علم و دانش کو دعوتِ فکر دی ہے۔ موصوف نے تیر و نشتر کے معروف طریقے سے ہٹ کر مذکورہ کتاب کی غیر اسلامی عبارات کا علمی و فکری محاسبہ کیا ہے اور قارئین کو عظمت و وقار مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا سے سینوں کو منور رکھنے کی تلقین کی ہے۔ پروفیسر موصوف اس کتاب میں ایک نشاپرداز ادیب، مؤرخ سے زیادہ ایک پُرسوز داعی اور پُرجوش مبلغ کی حیثیت سے صاف دیکھے جا سکتے ہیں جو ان کی غایت حبِ رسول پر دال ہے۔ جو سینے مقام مصطفیٰ کے رمز شناس اور وقار مصطفیٰ کے امین ہوں گے وہ یقیناً اس کتاب سے مستفید ہوں گے اور جو لوگ اپنے اندر انصاف و دیانت کی تھوڑی بھی رمق رکھتے ہوں گے وہ بھی مصنف کو داد دیئے بغیر نہ رہیں گے کیونکہ سنجیدگی، متانت اور انصاف کے ساتھ ذہن و دماغ کی تطہیر اور جذبۂ احترامِ نبوت کی توثیق اس کتاب کا طرۂ امتیاز ہے۔